ڈاکٹر لائٹنر

کُتب خانہ
انجمنِ حمایتِ اسلام، براندرتھ روڈ، لاہور

ا

تعارف

انجمن حمایتِ اسلام کے شعبۂ نشر و تالیفات نے جہاں قوم کی تعلیمی ضروریات کے پیشِ نظر سینکڑوں نصابی کتب شائع کی ہیں، وہاں اُن چند بیش بہا اور نایاب کتابوں کی طباعت اور تحفّظ کا بھی بیڑا اُٹھایا ہے جو اِمتداد زمانہ کے ہاتھوں ناپید ہوتی جا رہی ہیں۔ "سنین الاسلام" اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

یہ کتاب ایک ایسے مستشرق کی اُردو تالیف ہے جو اِس برِّعظیم کے تعلیمی حلقوں میں بڑی ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ جیسا کہ مصنّف کے خود نوشت دیباچے سے ظاہر ہے "سنین الاسلام" ایک ایسے جذبے کے تحت لکھی گئی تھی جس کا احساس صرف ایک معلّم ہی کو ہو سکتا ہے، ایک ایسے معلّم کو جو اپنے فرائضِ منصبی کے علاوہ علم کی خدمت کو بھی اپنا نصب العین سمجھے۔

دُنیائے اشاعت کا یہ ایک معمول ہے کہ جب کوئی علمی ادارہ کوئی کتاب بغرضِ طباعت و اشاعت منتخب کرتا ہے تو وہ جس مصنّف کے نام سے منسوب ہوتی ہے اُسی کے نام سے شائع کر دیتا ہے۔ بہ ظاہر یہ تحقیق اُس کے فرائض میں داخل نہیں کہ وہ کتاب حقیقۃً کسی اور مصنّف کی تو نہیں ہے۔ خصوصاً معروف تالیفات کے باب میں تو اِس قسم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس لحاظ سے "سنین الاسلام" کی طباعت و اشاعت کے سلسلے میں بھی اس قسم کا تحقیقی سوال اُٹھانے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ ایک مشہور تصنیف ہے اور ایک مشہور شخصیت سے منسوب ہے۔

لیکن کچھ عرصے سے بعض محقّقین کے لیے یہ مسئلہ متنازعہ فیہ بن گیا ہے کہ یہ کتاب فی الحقیقت ڈاکٹر لائٹنر کی تصنیف ہے یا مولانا محمد حسین آزاد کی کاوشِ فکر؟ اسی لیے

ہم نے ضروری سمجھا کہ اِس باب میں امکانی حد تک حقائق کے چہرے سے نقاب کشائی کرنے کی کوشش کر دیں۔

ہم ممنون ہیں مشہور محقق اور عالم ڈاکٹر مولوی محمد شفیع صاحب مرحوم کے، جن کے ایک مقالے نے ہماری رہنمائی فرمائی۔ یہ مقالہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے، جب وہ بقیدِ حیات تھے "مجلسِ یادگارِ آزاد" کے زیرِ اہتمام ایک اجلاس منعقدہ فروری ۱۹۶۳ء میں پڑھا تھا ہم اِس مقالے کا اقتباس، مشہور علمی و ادبی جریدہ "ادبی دنیا" لاہور کے شکریے کے ساتھ درج کرتے ہیں۔ اس کے مطالعے کے بعد یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ "سنین الاسلام" ڈاکٹر لائٹنر ہی کی تصنیف ہے۔ مولانا آزاد کا اگر اس میں کوئی حصہ ہے، تو صرف اتنا کہ انھوں نے اس کی زبان درست کی، جس کا ڈاکٹر لائٹنر نے اپنے دیباچے میں اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر لائٹنر کی اس عبارت کا ترجمہ کتاب میں شامل ہے۔

اب مولوی محمد شفیع صاحب کے مقالے کا متذکرہ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:۔

"مولانا آزاد کے پنشن کے کاغذوں کے ملحقات میں ایک نوٹ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ڈاکٹر لائٹنر کے ایماء سے مولانا آزاد نے سنین الاسلام مرتب کی جو ڈاکٹر لائٹنر کے نام سے شائع ہوئی۔ گو اس کا اسلوبِ تحریر اصل حقیقت کا غماز ہے۔

"جیسا کہ معلوم ہے، سنین الاسلام مختصر سی تاریخِ اسلام ہے جو دو حصوں میں عیسوی سالوں کی ترتیب سے مرتب ہوئی اور ۱۸۷۱ء میں لاہور سے شائع ہوئی۔ پہلا حصہ خلافتِ عباسیہ کے اخیر تک ہے اور دوسرے حصے میں اندلس کے حکام اور شاہانِ بنی امیہ، طوائف الملوک مرابطون، موحدون، سلاطینِ غرناطہ، عباسیۂ مصر، اسمٰعیلیہ، ایوبیہ، ممالیک عثمانیہ، سلاجقہ، شاہانِ فارس اور ملوکِ ہند کا حال دیا ہے۔

"طباعتِ اوّل کے انگریزی دیباچے میں ڈاکٹر لائٹنر نے لکھا ہے کہ جولائی ۱۸۷۰ء میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی کالج کے امیدوارانِ وظیفہ کا امتحان عربی میں لیا۔ یہ لوگ نحو خوب جانتے تھے مگر سب کے سب عربوں کی تاریخ اور ادب سے کم و بیش بے خبر تھے۔ اِس نقص کو دفع کرنے کے لیے انھوں نے یہ کتاب مولویوں کے استفادے کے لیے مرتب کی۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے، اس کتاب کی تیاری میں مولوی محمد حسین نے جو امداد دی ہے اس کا

شکریہ مجھ پر واجب ہے ۔ اِس کے اردو اسلوبِ تحریر میں اگر کوئی لطافت اور زیبائی ہے ، تو یہ ان کی وجہ سے ہے ۔

"۱۸۷۹ء میں کتاب کا حصّہ اوّل دوبارہ چھپا تو ڈاکٹر لائٹنر نے دیباچے کے نوٹ میں طباعتِ دوم کے تیار کرنے کے لیے مولوی فیض الحسن اور مولوی غلام مصطفےٰ کی اعانت کا شکریہ ادا کیا ہے ۔"

" مولانا آزاد کے کاغذات میں ایک مسودّے کے نا تمام اوراق ہیں جیسے سنین الاسلام کا مسودّہ تصوّر کیا گیا ہے ۔ اس کے بیشتر حصّے میں ترتیبِ سنین سے جاہلی شعراء اور دوسری سے دسویں صدی ہجری تک کے علمائ و فضلاء کے حالات اختصار سے بیان ہوئے ہیں ۔ سنین الاسلام میں علمائ و فضلاء کے حالات موجود نہیں ، اگرچہ سرورق اور دیباچے میں لکھا ہے کہ کتاب میں مختصر حال اسلام کی تاریخ اور علم کا دیا ہے ۔ زیرِ نظر مسودّے میں علماء کے حالات کے علاوہ چند اوراق پر خاندانِ سلجوقیہ و آلِ حمدان ، اتابکوں کے خاندان ، ملوک دیالمیہ یا آلِ بویہ ، آلِ ایوب ، سلاطینِ خوارزم شاہی کے حالات دیے ہیں ۔ ان میں سے جو عنوان سنین الاسلام میں آئے ہیں ، اُن کا مواد اِن اوراق کے مواد سے فی الجملہ غیر مطابق ہے ۔

" تین اور عنوان بھی ان اوراق میں ہیں ۔ زبانِ عرب کی حیات وممات و سکۂ اسلامی ، عربی مہینوں کے نام ۔ ان سب کے علاوہ سببِ تالیف کے عنوان سے کاپی نویس کا لکھا ہوا اور مولانا آزاد کا تصحیح کیا ہوا ایک دیباچہ ہے جس کا کچھ حصّہ سوءِ اتفاق سے ضائع ہو چکا ہے ۔ دیباچے کا جو حصّہ اب باقی ہے ، وہ یہ ہے :-

> "شائقِ زبان کو واجب ہے کہ جس ملک کی زبان سیکھے یا اس زبان میں تحصیلِ علوم کرے ، اس کی اجمالی سرگزشتیں اور واقعات ، وہاں کے لوگوں کے عمومی حالات کے ساتھ رسم و رواج ، گذارے کا طریق ،

سنین الاسلام

ڈاکٹر لائٹنر

حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام ایم محمد یعقوب پرنٹر چھپی
اور مظفر احمد خاں پبلیشر نے چھپوا کر کتب خانہ انجمن
حمایت اسلام برانڈرتھ روڈ لاہور سے شائع کی

فہرست مطالب سنین الاسلام

مطالب	صفحہ
تاریخ کے معنی اور شجرہ تفریح العلوم	۱
عرب کا حال	۲
روم کا بیان	۳
طبقات زمانۂ تاریخ	۴ تا ۹
تشریح اس بات کی کہ اسلام سے دُنیا کو کیا ہاتھ آیا اور دُنیا سے اسلام نے کیا کیا کچھ پایا اور بیت المقدس کی لڑائی کا مختصر حال	۶ تا ۹
اہل یورپ کے ایجاد	۱۰
علوم اہل اسلام کا مخزن یورپ ہے	۱۱ تا ۱۲
وسعتِ مذہبِ اسلام	۱۳ تا ۱۴
جاہلیت کا بیان	۱۴
عرب کے بُتوں کے نام	۱۵
عرب کی بعض رسمیں اور مکہ اور کعبہ کی تصویر	۱۶
مکّہ کا مختصر حال	۱۷
قریش اور بنی ہاشم کا ذکر	۱۸
سکندر ذو القرنین کا قصد عرب پر	۱۹
عرب کے بعض قبیلوں کا ذکر	۲۰
عام الفیل کا ذکر	۲۱
عرب کی فصاحت و بلاغت کا بیان	۲۲ تا ۲۸

صفحہ	مطالب
۲۹	حرب بسوس اور حرب داحس
۳۰	منافرہ کا بیان
۳۱ تا ۳۳	طبقات شعرائے عرب
۳۴ تا ۳۶	عرب کی تاریخ بترتیب سنین عیسویہ و ہجریہ اور آنحضرتؐ کا حال مع تصویر روضۂ منورہ و مدینہ
	چار خلیفوں کی خلافت کا بیان
۳۷	حضرت ابوبکر صدیقؓ
۳۸ تا ۴۰	حضرت عمرؓ
۴۱ تا ۴۲	حضرت عثمانؓ
۴۳	حضرت علیؓ
	بنی امیّہ کی خلافت
۴۴	بنی امیّہ کا شجرہ
۴۵ تا ۴۷	خلافت حسن ابن علیؓ و معاویہؓ ابن ابی سفیان
۴۸ تا ۴۹	خلافت ابوخالد یزید اموی
۵۰ تا ۵۱	خلافت معاویہ ابن یزید و عبداللہ ابن زبیر
۵۲ تا ۵۴	خلافت عبدالملک ابن مروان
۵۵ تا ۵۷	خلافت ولید ابن عبدالملک
۵۸	ذکر حجاج ابن یوسف ثقفی
۵۹	خلافت سلیمان ابن عبدالملک
۶۰	خلافت عمر بن عبدالعزیز

صفحہ	مطالب
۶۱	یزید ابن عبدالملک ابن مروان و ہشام ابن عبدالملک
۶۲	ولید ابن یزید ابن عبدالملک و یزید ناقص
۶۳	ابراہیم ابن ولید ابن عبدالملک و مروان حمار
	خلافتِ عباسیہ
۶۴تا۶۵	خلافت عباسیہ کیونکر قائم ہوئی
۶۶تا۶۹	عبداللہ ابو العباس سفاح و ابوجعفر منصور دوانیقی
۷۰تا۷۱	ابوعبداللہ محمد ابن منصور المہدی
۷۲	ہادی ابن مہدی
۷۳تا۷۵	ہارون الرشید
۷۶تا۷۹	ذکرِ خاندان برامکہ
۸۰	محمد ابو عبداللہ امین ابن الرشید
۸۱تا۸۴	عبداللہ ابو العباس مامون ابن الرشید
۸۵تا۸۶	معتصم باللہ ابو اسحاق محمد ابن الرشید
۸۷	واثق باللہ و متوکل علی اللہ
۸۸تا۸۹	المنتصر باللہ ابوجعفر محمد ابن متوکل
۹۰	مستعین باللہ ابو العباس احمد ابن معتصم
۹۱	معتز باللہ ابو عبداللہ ابن متوکل
۹۲	مہتدی باللہ صالح محمد ابو اسحاق ابن واثق باللہ
۹۳	المعتمد علی اللہ ابو العباس ابن متوکل
۹۴	المعتضد باللہ احمد ابو العباس

مطالب	صفحہ
المکتفی باللہ ابومحمد ابن معتضد و مقتدر باللہ ابوالفضل جعفر ابن معتضد	۹۵ تا ۹۶
القاہر باللہ ابومنصور	۹۷
راضی باللہ ابوالعباس	۹۸
المتقی باللہ ابواسحاق	۹۹
المستکفی باللہ ابوالقاسم عبداللہ	۱۰۰
المطیع اللہ ابوالقاسم	۱۰۱
الطایع اللہ ابوبکر عبدالکریم	۱۰۲
قادر باللہ ابوالعباس و قایم بامر اللہ ابوجعفر عبداللہ	۱۰۳
المقتدی بامر اللہ ابوالقاسم عبداللہ	۱۰۴
مستظہر باللہ ابوالعباس	۱۰۵
مسترشد باللہ ابومنصور	۱۰۶
الراشد باللہ ابومنصور	۱۰۷
المقتفی لامر اللہ ابوعبداللہ	۱۰۸
المستنجد باللہ ابومظفر	۱۰۹
المستضی باللہ ابومحمد حسن والناصر لدین احمد	۱۱۰ تا ۱۱۴
ظاہر بامر اللہ ابونصر محمد و مستنصر باللہ ابوجعفر	۱۱۵
مستعصم باللہ ابواحمد عبداللہ	۱۱۶ تا ۱۱۷
ترکتاز اہل تتار بغداد پر	۱۱۸ تا ۱۲۴
فہرست کل خلفا کی	۱۲۵ تا ۱۲۸

دیباچہ

یہ رسالہ مندرجہ ذیل وجوہ کے پیشِ نظر شائع کیا گیا ہے۔ گزشتہ جولائی میں میں نے کچھ مولویوں کا عربی میں امتحان لیا تھا جو پنجاب یونیورسٹی کالج میں وظائف کے اُمیدوار تھے۔ میں نے دیکھا کہ دوسرے علاقوں کی طرح پنجاب میں بھی بعض مولوی جہاں لفظی ترجمہ اور قواعد کی تفصیلات میں اتنی گہرائی تک پہنچتے ہیں کہ جسے یورپ کے مستشرق بہت کم وقعت دیتے ہیں، وہاں سب کے سب عرب کی تاریخ وادب کے اہم حقائق سے کم وبیش بے خبر ہیں۔ ان کی تعلیم میں اس خامی کو دُور کرنے کے لئے میں نے پہلے تواریخِ عرب کا ایک سن وار نقشہ مرتّب کیا اور پھر ایک اور خاکہ عربی ادب کے متعلق تیار کیا لیکن میرا یہ طریقِ عمل تاریخِ عالم کی ایک اہم شاخ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور غیر فلسفیانہ طریقے پر پیش کرنے کے مترادف تھا۔ حقیقت میں مولویوں کو یہ بتانا ضروری تھا کہ عرب کی تاریخ بہ قیدِ سنین اور اس کے واقعات پورے تطابقِ زمانی کے ساتھ قلمبند موجود ہیں، جسے وہ کسی طرح بھی زمانۂ افسانہ واساطیر کے سپرد نہیں کر سکتے، چاہے یہ من گھڑت افسانے اور اساطیر زمانۂ عتیق ونامعلوم کے لئے جذبات عزت واحترام کو تحریک دینے میں کتنے ہی ممد ومعاون ہوں۔ انہیں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ عربی ادب صرف قرآن کی تفاسیر، چند رسائلِ قانون، مناظرانہ نظموں یا صرف ونحو کی کتابوں تک ہی محدود نہیں، بلکہ اس میں علومِ ریاضی، تواریخ اور طب وغیرہ پر تصانیف کی ایک کثیر تعداد بھی موجود ہے۔ اس کے باوجود میرے

ان خاکوں کا اصل مقصد پورا نہیں ہو سکتا، اگر مولوی کو یہ یقین نہ دلایا جائے کہ اُس کے مُلک، مذہب اور ادب کی تاریخ، نوعِ انسان کے فکر و عمل کی عالمگیر تاریخ کا صرف ایک جزو ہے۔ چنانچہ مَیں یہ بیان کرنے کے لئے مضطرب تھا کہ عرب کی تاریخ اسلام کی صورت میں کیونکر جلوہ گر ہُوئی اور اس کے ادب نے مختلف ممالک کے باشندوں کو جو اس مسلک کے پیرو تھے، کسی حد تک متاثر کیا۔ میں نے یہ بات واضح کرنے کی کوشش بھی کی ہے کہ تہذیب و تمدّن کی عالمگیر تاریخ میں تاریخِ اسلام کو کیا مقام حاصل ہے۔ موجودہ رسالہ میری اِسی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے۔

مجھے اس امر کا پورا احساس ہے کہ اس کتاب کو کوئی خاص ادبی حیثیت حاصل نہیں لیکن اگر اسے پڑھ کر کسی مولوی کے دل میں، اپنے یا دوسرے ممالک کی تاریخ و ادب کے اہم واقعات کا مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہو جائے، جنہیں میں نے نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے یا ان کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا چاہے اور ان کا مطالعہ ناقدانہ نظر سے کرے تو میرا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ شاید یہ کتاب دیکھ کر قابل تر مصنّفین کو اسی قسم کے مفید موضوعات پر اُردو میں کتابیں لکھنے کی ترغیب بھی ہو۔

مَیں مولوی محمد حسین (آزاد) کا ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں میری امداد و اعانت فرمائی۔ اس کتاب میں اگر طرزِ نگارش کی کچھ لطافت نظر آئے تو یہ انہی کے طفیل تصوّر کی جائے۔

اس موقع پر مَیں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ سائنس اور ادب پر ایسی مستند کتابوں کا جو کسی یورپی زبان میں لکھی ہُوئی ہوں، ترجمہ نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اُنہیں اُردو میں

ڈھال لینا چاہیئے۔ یورپی مصنفین خصوصاً ہمارے ہمعصر بڑے عمومیت پسند ہیں اور ان کی تحریریں غیر شخصی اور تجریدی انداز کی ہیں۔ حالانکہ قریباً تمام مشرقی زبانوں کا طبعی رجحان ذاتی، مخصوص، ٹھوس اور ڈرامائی ہے۔ ترجمے کی عام مشکلات بھی کافی حد تک کٹھن ہیں۔ چاہئے ہم ایک یورپی زبان کا دوسری یورپی زبان میں ہی ترجمہ کیوں نہ کریں۔ مثلاً اس میں شک ہے کہ شیکسپیئر کا ترجمہ فرانسیسی زبان میں، بیرنگر Beranger کا انگریزی میں یا ڈکنز کا اطالوی زبان میں کماحقہٗ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن مشرقی زبانوں میں ترجمہ کرنے کے لئے مشکلات اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ ان میں ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔ ہاں ان کے خیالات کو دوبارہ لکھا جا سکتا ہے۔ انجیل مقدس جس کی زبان اور رُوح میں اتنی مشرقیت موجود ہے جب عربی، ترکی یا اردو میں ترجمہ کی جاتی ہے تو اصل کے پورے معانی (یا جو مفہوم ہم اصل عبارت سے لیتے ہیں یا خیالی رشتے جو اس سے وابستہ ہیں) پوری طرح ادا نہیں کئے جا سکتے۔ مثال کے طور پر میں سینٹ میتھیو کی انجیل کے چوبیسویں باب کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس کے ترابی کے ترکی ترجمے میں قواعد اور مفہوم کی ۱۰۸ غلطیاں موجود ہیں۔

ہمیں اُردو میں ترجموں کی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر زبانوں کے مفہوم کو اُردو میں ادا کیا جائے۔ مثال کے طور پر ہم رِل کی "معاشیات" کا ترجمہ نہیں چاہتے بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ "معاشیات" کے نفسِ مضمون کو عام فہم اُردو میں بیان کیا جائے۔ یہی اصول تواریخ، مابعد الطبیعات اور ادب کی کتابوں پر بھی منطبق ہوتا ہے، جن کے نفسِ مضمون کو ہم سلیس اور بامحاورہ زبان میں دیکھنا چاہتے ہیں تصنیف شدہ کتابوں کے تراجم نہیں چاہتے۔ میں جو تجویز پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، میرا خیال ہے کہ وہ محض ترجمہ کرنے کے مقابلے میں زیادہ مفید ہے۔ اب تک جو تراجم شائع ہوئے ہیں وہ کچھ اس طرح کے ہیں کہ انھیں سمجھنے کے لئے ایک لغات اور ایک اطاعت شعار منشی کی ضرورت

ضرور پڑتی ہے لیکن ایسے قابلِ فہم بیان کے لئے جسے ایک چودہ سالہ بچہ بھی بآسانی سمجھ سکے' یہ ضروری ہے کہ مصنف اپنے مضمون پر پوری طرح حاوی ہو اور اس زبان میں ماہر ہو جس میں وہ کتاب لکھ رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب بھی خیالات کی نمائندگی کے لئے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جیسا کہ ادب میں' تو یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ پہلے اُن خیالی رشتوں کا موازنہ کر لیا جائے جو ایک یا دوسرے لفظ کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں اور اگر غیر زبان میں اس کا بالکل ہم معنی لفظ نہ ملے تو پھر مترجم کو خود وہ خیالی رشتے بیان کرنے چاہئیں اور اپنے ترجمے میں اُن الفاظ کی تشریح کر دینی چاہیے، اور پھر اپنے انتخاب کردہ لفظ کی موزونیت کے متعلق تسلی کرنے کے لئے یہ سوال اٹھانا چاہیے کہ "کیا اس ملک کا کوئی باشندہ جو اس مضمون پر حاوی ہو' اُن اہم زبانوں کو آسان اور سادہ طریق پر اس مضمون کی تعلیم دینے کے لئے جو اس سے ناواقفِ محض ہیں' یہی اسلوب اختیار کرے گا؟ جب تک مترجم اس پر عمل نہ کرے گا وہ خیالات کی نہیں بلکہ صرف اصوات کی تعلیم دے گا۔ یہ صحیح ہے کہ سائنس کی مصطلحات کے لئے جن کے الفاظ حقائق یا اشیاء کی نمائندگی کرتے ہیں' اس بات کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت نہیں کہ کس ترکیبِ صوتی سے حقائق یا اشیاء کا مفہوم ظاہر کیا جاتا ہے لیکن جب تک کسی میں فکر و تخیل اور قوتِ جذب و تفہیم نہ ہو، اس کی لسانی قابلیت چاہے کتنی بھی زیادہ کیوں نہ ہو، وہ ہندوستان کے باشندوں کے لئے کوئی ایسی کتاب جسے وہ سمجھ سکیں' نہ سائنس پر لکھ سکتا ہے اور نہ ادب پر۔

آخر میں مجھے یہ توقع بھی ہے کہ یہ کتاب اسلام، تاریخ و ادب کے اُن یورپی طالب علموں کے لئے بھی کسی حد تک مفید ثابت ہوگی جو اُردو سے واقف ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس موضوع پر کوئی مختصر رسالہ ابھی تک کسی زبان میں بھی شائع نہیں ہوا۔ مجھے یہ بھی توقع ہے کہ یہ چھوٹی سی کتاب اُن لوگوں کو بھی پسند آئے گی جو اُردو میں امتحانِ فضیلت دینا چاہتے ہیں اور مجوزہ کتابوں کے علاوہ کوئی اور کتاب بھی پڑھنا چاہتے ہیں۔

مصنف

تقدمہ

دُنیا کی تواریخ اور علوم و فنون کے سلسلے میں اسلام کی تاریخ اور اس کے علوم و فنون کس درجہ پر ہیں

دفترِ عالم میں کوئی تاریخ ایسی نہیں کہ جو اور مُلکوں کی تاریخ سے تعلق نہ رکھتی ہو[له]،

له اگرچہ چین اور جاپان نے ممالکِ دُنیا سے الگ رہنا چاہا مگر وہ بھی نہ بچ سکے اور آخر کو تاریخِ عالم میں شامل ہونا پڑا۔ یہ بھی واضح ہو کہ کسی مملکت کے تاریخ عالم میں شامل ہونے سے یہ مطلب ہے کہ وہ واقعات اور معاملات کے سبب سے اور ملکوں کے زنجیرے میں آجائے۔ جب تک ایک ملک ان معاملات سے الگ ہے تب تک تاریخ کے سلسلے میں نہیں مثلاً امریکہ روئے زمین پر تھا مگر جب تک اس کا حال کسی کو معلوم نہ تھا تو اُس کو تاریخ سے بھی شمول نہیں تھا۔ جب ۱۴۹۲ء میں سیاح بحری یعنی کلمبس نے اُسے دیکھا اور اس کا ذکر تاریخوں میں آیا تب وہ بھی گویا معاملات ممالک کے زنجیرے میں آگیا اسی طرح عرب کا ملک بھی سب سے الگ تھا۔ اسلام نے اور ملکوں سے تعلق پیدا کیا۔ اور ہند علوم و فنون کے اعتبار سے مصر پر بھی مقدم ہے لیکن چونکہ لوگ یہاں کے سب سے الگ تھلگ تھے اس لئے یہ بھی تواریخ عالم کے زنجیرے میں نہ تھا۔ البتہ علوم و فنون میں تقدّم اس کا ایک حیثیت سے ہے یعنی علوم و فنون دُنیا کے عہدِ قدیم میں اس طرح پھیلے کہ سب سے پہلے انھوں نے ہند یا فارس میں ظہور کیا اور غالباً ہند سے مصر نے لیا۔ مصر اور ہند اور فارس کا مجموعہ یونان میں گیا اور یونان کا علم و ہنر رومیۂ کبریٰ میں گیا۔ رومیہ سے اور یونان سے عرب میں گیا۔ پھر کچھ عرب سے اور کچھ رومیہ سے اور کچھ یونان سے یورپ نے لیا چنانچہ شجرۂ مندرجہ سے یہ حال معلوم ہوتا ہے مگر اکثر باتیں ہند سے بہ خطِ راست بھی عرب اور یورپ نے پائیں۔

ممالکِ یورپ — عرب
رومیۂ کبریٰ
یونان
مصر
فارس — یا — ہند

شجرۂ تفریع العلوم

اصطلاح میں مملکتوں کے حالات اور ممکن الثبوت واقعات کو تاریخ کہتے ہیں۔ بعض امورات ہیں کہ حقیقت میں درست اور مسلّم ہیں مگر ان کا ثبوت نہیں ہو سکتا انھیں تاریخ سے کچھ علاقہ نہیں۔

اسلام کی تاریخ ایک دو یا تین ملکوں کی پابند نہیں بلکہ برعکس اس کے گویا تمام تواریخِ عالم میں اس کا اثر دوڑا ہوا ہے۔ اگر بلا واسطہ نہیں تو کسی واسطے ہی سے ہے۔ اسی واسطے اگر کوئی اسلام کی تاریخ کو جاننا چاہے تو اُسے چاہیے کہ تاریخِ عالم کو دیکھے۔

سرچشمۂ اسلام اور اس کا صدر مقام بلکہ دل اور جان جو کچھ کہو عرب کا ملک تھا اس لئے پہلے دو چار کلمے اس قوم کے باب میں لکھے جاتے ہیں۔ یہ ملک ہزار برس سے موجود ہے مگر اہلِ عرب کسی فرماں روا کے قلم بندوبست کے نیچے نہیں آئے خود چڑھ کر گئے تو فتحیاب ہوئے اور شکست کھائی تو وطن کو پھر آئے ۱۹ سو برس پہلے حضرت عیسےٰؑ سے، اس ملک نے بابل اور مصر کو بادشاہ دیے۔ مگر اس ملک پر فراعنۂ مصر اور شاہانِ شام کی سعی بے حاصل گئی۔ کیخسروِ ایرانی اور اسکندر یونانی سے بچ رہا۔ روم کی سلطنت تمام دنیا پر چھا گئی، یہ اس سے بھی آزاد رہا۔ چھوٹے چھوٹے غیر مشہور ہمت والے تھے، آپس میں کٹتے مرتے تھے اور قبیلے بنے ہوئے تھے۔ محمد مصطفےٰؐ نے سب کو مذہب کی بندش یعنی اسلام سے اکٹھا کیا اور یہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں ایک جمعیت اعظم ہو گئی۔ جبھی سے اس کی تاریخ کی اصل قائم ہوتی ہے۔ انھوں نے اپنی حکومت کو باواسطہ یا بلاواسطہ سواحلِ گنگ سے جو ہند میں ہے دریاے ٹیگس تک، جو اندلس میں بہتا ہے، پہنچا دیا۔ بعد اس کے عرب نے فقط تلوار ہی سے ملک فتح نہیں کیا بلکہ قلم کا زور

ہی کھا یہ یورپ تو یونانی اور لاطینی علوم کو بالکل بھول چکا تھا، رُومؔ[1] و یُونان اگرچہ

---

[1] رُوم کا نام آج کل مختلف تحریروں میں آتا ہے اور لوگوں کو اس کے نام سے اشتباہ پڑتا ہے۔ واضح ہو کہ اصلی روم ممالک اطالیہ میں ہے۔ ۷۵۲ برس پہلے حضرت عیسٰیؑ سے آباد ہوا جن ملکوں میں لاطینی زبان بولی جاتی تھی یہ اُن سب کا دارالسلطنت تھا۔ پہلے سلطنت جمہوری تھی، کئی سو برس کے بعد بادشاہ وہاں کے قیصر کہلانے لگے اور لوگ وہاں کے اس وقت بت پرست تھے۔ ان کی سلطنت نے اس قدر قوت اور شوکت پائی تھی کہ جو ملک اس وقت معلوم تھے ان کے اعتبار سے گویا تمام ممالک روئے زمین کو اُس نے زیر قلم کیا تھا۔ قانون وہاں کے آج تک شائستہ سلطنتوں کے دستورالعمل ہیں۔ اس کی زبان یعنی لاطینی بھی یونانی کی طرح مخزن علوم اور ایک جزو شائستگی کی تحصیل کا ہے۔ ۳۳۰ء میں اس کے اضلاع شرقی میں بزنطس یونان کا ایک شہر تھا قسطنطین بادشاہ روم نے اسے بڑھا کر آباد کیا اور اُس کا نام اپنے نام پر قسطنطنیہ رکھا اور پھر بادشاہ کی توجہ سے یہ بھی روم مشہور ہو گیا۔ اسی کو فارسی کتابوں میں استنبول بھی لکھتے ہیں۔ یہاں کے لوگ بھی پہلے مشرک تھے مگر قسطنطین نے عیسوی کیا۔ الپ ارسلان سلجوقی نے ۴۶۴ھ میں اس پر فوج کشی کی تو ایشیا مائنر (کوچک ایشیا) میں رہ کر اس (روم جدید یعنی قسطنطنیہ) کے مشرق میں اپنی حکومت قائم کی اور رفتہ رفتہ ۸۵۷ھ (۱۴۵۳ء) میں دولتِ عثمانیہ کے خاندان سے محمد خان ثانی نے اسے اپنی فتوحات میں داخل کیا چنانچہ اب وہ سارا ملک مع شام اور مصر وغیرہ کے دولت عثمانیہ کے قبضے میں ہے۔ استنبول اسلامبول ہو گیا (یعنی گروہِ اسلام) وہی اب دارالخلافہ مشہور ہے۔ اور بادشاہ خلیفۃ الروم کہلاتا ہے۔ پس اس زمانے میں گویا دو روم ہو گئے ہیں۔ ایک تو وہی قدیمی روم ہے کہ اب ملک اطالیہ (اٹلی) کا دارالسلطنت ہے اب بھی وہاں کی بادشاہت عیسوی ہے اور لوگ وہاں کے حضرت عیسٰیؑ اور بزرگان دینِ عیسوی کی تصویروں کی تعظیم کو عبادت سمجھتے ہیں پوپ یعنی مرشد دین بھی موجود ہے۔ ایک زمانے میں تو خاص و عام کا دینی و دنیاوی حاکم ملت عیسوی کا پوپ ہی سمجھا جاتا تھا۔ اور جس بادشاہ کو چاہتا تھا اور جس ملک پر بھیج دیتا تھا وہ اسے تسخیر کر لیتا تھا اب وہ زور اُس کا نہیں رہا فقط فرانس، پرتگال، اندلس اور اٹلی وغیرہ میں ایک پیر اور بزرگِ مذہب سمجھا جاتا ہے۔ اس روم کو رومیہ کبریٰ یا مغربی روم کہتے ہیں کیونکہ مغرب میں واقع ہے اور دوسرا روم قسطنطنیہ ہے کہ اسلامبول اس کا دارالخلافہ ہے اور اسی کو روم شرقی بھی کہتے ہیں کیونکہ قدیمی روم کے مشرق میں واقع ہے۔

بت پرست تھے مگر شائستگی عالم کی بنیاد وہی تھے۔ تب عرب نے کیا کیا؟ انھوں نے اُس پر پھر نظر ڈالی کیونکہ جن لوگوں سے لڑائی نہیں ہوئی تھی اُن سے وہ بالکل بے تعصب رہے اور اُن کے علم وادب کو اچھی طرح دیکھا۔ یُوروپ تاریکی و ظلمت میں پڑا ہُوا تھا کیونکہ اس وقت اس کو مذہبی باتوں میں تعصب بہت تھا۔[1]

یہ بات بھی جتانے کے قابل ہے کہ تاریخ کا زمانہ تین طبقوں میں منقسم ہے اور ہر طبقہ کئی کئی سو برس کا ہے۔

(۱) عہد قدیم یعنی وہ زمانہ کہ ابتدا سے چل کر حضرت عیسےٰؑ تک ختم ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اول بابل کی بڑی سلطنت رہی، بعد اس کے مصر پھر فارس پھر یونان اور پھر رُومیہ کبریٰ۔

(۲) عہد وسطیٰ کہ حضرت عیسیٰؑ سے لے کر ۱۵۰۰ء تک جاری رہا جسے انگریزی مؤرخ عہدِ ظلمت کہتے ہیں۔ اوّل رُوم کی سلطنت برباد ہونے کو تھی جو عیسوی مذہب کی نشوونما شروع ہوئی۔ مذہب نے عیّاشی، اخلاق اور حکومت کی سختی کی تو اصلاح کی مگر سلطنت کو کب سنبھال سکتا تھا۔ آخر چار سو برس کے عرصے میں رُوم کی وہی مثل ہوگئی کہ بہت عقل انسان کو خراب کرتی ہے اور انتہائی ترقی کی ترقّی زوال ہے۔ رُوم تو برباد ہوگیا مگر چند وحشی قومیں پہاڑوں سے اُٹھ کر آئیں اور تمام سلطنتوں کو خاک میں ملا دیا۔ دو سو برس کی خونریزی کے بعد جو دیکھا تو آدھا یُورپ ان ہی لوگوں کے ہاتھ میں تھا اور مصر، یونان، روم کے کمالات اور قوانین کی جگہ ان کے چال چلن قانون بنے ہوئے تھے۔ بلکہ خود مذہب

---

[1] جب مسلمانوں میں تعصب آگیا (اور وہ ترکوں کے طلوع اقبال کا وقت تھا) تب اس کے رعب داب اور تاثیر میں بھی فرق آگیا۔

بھی انھیں کے سایہ میں دب گیا اور تاریکی کا اطلاق تحقیقی ہوگیا۔ چھ سو برس کے بعد اس عالمگیر اندھیرے میں الفرڈ شاہ انگلنڈ اور شارلیمین شہنشاہ فرانس نے چراغ جلانا چاہے مگر جو کچھ ہوا وہ ایسا تھا کہ گویا کچھ نہ تھا کیونکہ ساتھ ہی اس کے یورپ اور عرب میں جہاد شروع ہوگیا۔ اس وقت روم میں اور اس کے ہمسایہ عرب اور کچھ افریقہ کے حصے میں اُجالا تھا اور عبّاسیہ کے اوج اقبال کا زمانہ تھا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس صحرا میں یہ شائستگی فقط پیغمبر صاحبؐ کے بندوبست سے قائم ہوئی۔ جہاد کی آندھی بھی عرصۂ دراز تک چلتی رہی۔ قسطنطنیہ جو سلطنت روم کا ایک ویرانہ باقی تھا اس آندھی میں وہاں سے اور عرب سے کچھ کچھ سرمایہ علوم و فنون کا اُڑ آیا اور سن ۱۴۰۰ء سے اجالا شروع ہوا یہاں تک کہ ۱۴۵۲ء میں علوم و فنون کا نقارہ یعنی چھاپہ نکل آیا۔

(۳) یہ طبقہ سن ۱۵۰۰ء سے شروع ہوکر آج تک ترقّی کرتا چلا آتا ہے۔ مگر دنیا کی طاقت و توانائی اور علم کی نور افشانی ممالک یورپ اور امریکہ کے عیسوی فرقوں کی بدولت ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ وہاں مذہب کو مداخلت نہیں۔ جب کوئی شخص ایک نئی بات نکالتا ہے یا کچھ ترمیم پیش کرتا ہے تو اس سے یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ تیرا مذہب کیا ہے۔ ہاں یہ سوال ضرور ہوتا ہے کہ اس ایجاد یا اصلاح میں کچھ فایدہ بھی ہے؟ اگر فایدہ ہوتا ہے تو یورپ اور امریکہ کے لوگ اکثر اختیار کر لیتے ہیں۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ قسمت ہائے دُنیا سے اہل اسلام نے کیا کیا کچھ پایا؟ اور اسلام سے دُنیا کو کیا ہاتھ آیا؟ ظاہر ہے کہ یونانی اور لاطینی یعنی رومی زبان کی تصنیفات اہل عرب کے فلسفہ اور ریاضی اور علم ہیئت وغیرہ کا خمیر مایہ ہوئیں علم طب کا سرمایہ بہم پہنچانے کے لئے علاوہ یونانی تحقیقات کے بیماروں کے بستر سے بستر لگا کر سوتے۔ اور معالجات اور ادویہ کی تحقیقات

یں وقت کے بموجب عمدہ کتابیں تصنیف کیں۔ دوسری نظر سے دیکھو تو عرب اپنا خزانہ بھی رکھتا
تھا۔ اوّل اس نے واجب اور سُنّت اور مستحب سے بدوی صحرانشینوں کے اطوار و اخلاق کی
اصلاح کی۔ اس کے علاوہ سفر کر کے جغرافیہ کی ایجادات، تاریخ حیوانات، تحقیق نباتات کے
علوم کا نمونہ دُنیا کو دکھایا۔ علم کیمیا اور ریاضی اور ہیئت میں مہارت کے ساتھ قوّت ایجاد
دکھائی۔ ہر چند اُس وقت کی بعض تحقیقاتوں میں اس وقت غلطیاں نکلتی ہیں لیکن ہمارے آج
کے علم کا بیج تو وہی ہے۔ عالیشان مسجدوں اور رفاہِ عام کی عمارتوں سے فنِ عمارت کے نئے
نئے ڈھنگ بنا کر نقشے کھینچ دیے۔ چنانچہ بَیْتُ الْمُقَدَّس، قُرطُبَہ، قیروان، دمشق
بُغداد میں اُس عہد کی عمارتیں شاہد ہیں۔ کئی کاموں میں انھوں نے خصوصاً بڑی بڑی
کارگزاریاں کیں چنانچہ پہلے یہ بات انھوں نے کہی کہ "علم کی ایک نہ مانو جب تک کہ تجربے
کا گواہ ساتھ نہ ہو۔" حکما اور اہلِ تصنیف کی سوانح عمری میں کتابیں بہ ترتیبِ حروفِ تہجّی
تصنیف کیں۔ انسائیکلوپیڈیا یعنی قاموس العلوم والفنون لکھی۔ (اس قسم کی کتابوں میں تمام
علوم و فنون کے مطالب اور تحقیقات کے خلاصے بہ ترتیبِ خاص مندرج ہوتے ہیں کہ جس علم
کی بات مطلوب ہو اس میں نکل آئے)

یہ بات ان ہی کے وجود سے حاصل ہوئی کہ عہدِ وسطیٰ میں علوم و فنون معدوم نہ ہوگئے،
اور اُن ہی نے پھر یُورپ میں جا کر حیاتِ تازہ پائی۔ ساتھ اس کے یونیورسٹی کے مدرسوں کی
بنیاد ڈال کر اُن کے رواج کا باعث ہوئے (اے یورپ والو جن چشموں سے تم آبِ حیات
لائے تھے وہ خشک ہوگئے۔ اب اس خاکسار کی طرح شکرگزار ہو اور پھر اس پانی کے ساتھ اپنا تازہ
آبِ زندگانی انھیں پہنچاؤ)

سخت مشکل ہے کہ دُنیا میں تعصبِ مذہبی ایک جنون کی طرح انسان کے سر پر چڑھ آتا

ہے اور وہی قوم کی تاثیر اور قوتِ علمی کے تنزل کا باعث ہوتا ہے۔ جو مرض اسلام کی ان قوتوں کے ضعف کا باعث ہوا وہی ولولہ مذہبی تھا۔ مگر بہ فحوائے مقولۂ معقول کہ "کوئی نیکی بدی سے پاک نہیں اور کوئی بدی نیکی سے خالی نہیں" ۱۱۰۰ء سے ۱۳۰۰ء تک اِدھر عیسوی اُدھر محمدی دونوں ایک خدا کے بندے تھے مگر دینی جہاد کے نام سے بَیْتُ الْمُقَدَّس کے قبضے کے لئے ایک دوسرے کے قتل پر کمریں باندھے ہوئے تھے کہ ملّتِ موسوی اور عیسوی کا قبلہ اور حضرت عیسیٰ کا مقبرہ ہے۔ تمام یورپ اُمڈ آیا تھا اور خون کے جوش کا یہ عالم تھا کہ بچہ بچہ اس کا مرجانے کو حیاتِ دارین سمجھتا تھا کبھی شکست پاتے تھے اور کبھی فتحیاب ہوتے تھے اگرچہ نتیجہ اس کا یہی تھا کہ مسلمان اور عیسائی دونوں کے دل تاریکی میں جل رہے تھے مگر یہ خون بھی خالی نہ گئے۔ پہلا فائدہ تو اُن کا یہی ہُوا کہ آئین کے بموجب بادشاہ کے ماتحت بڑے بڑے جاگیرداروں میں ملک منقسم تھا اور جاگیرداری اُن کی فقط بادشاہ کی اطاعتِ غلامانہ پر منحصر تھی۔ ان کے نیچے اور چھوٹے چھوٹے تعلقہ دار اور زمیندار ہوتے تھے۔ یہ سب اپنے اپنے بالادستوں کی زنجیرِ غلامی میں قید ہوتے تھے۔ لڑائیوں کے بندوبستوں میں یہ آئین نکل آیا کہ مجلسیں جو سلطنت کی کارروائی کے لئے مقرر ہوں اُن کے ممبر منتخب کرنے کا اختیار شہر اور اضلاع کے لوگوں کو ہو۔ اس سے ایک رائے کی غلطی اور جانبداری کی قباحت نکل گئی۔ سب کے دل بڑھ گئے اور بہت سے دل ایک ہو گئے۔ ملکوں کی آبادی زیادہ ہو گئی اور نئے نئے شہر اور بندرگاہیں آباد ہو گئیں، ملک ملک کی فوجوں کی آمدورفت سے یورپ کے تمام ملکوں میں سڑکیں بن گئیں۔ بیچ میں دریا بھی حائل تھے اس لئے جہازی علموں کے عمل ہونے لگے۔ مشرق و مغرب میں لین دین پھیل گیا۔ خشکی اور تری کے رستے سے تجارت کی باربرداریوں میں زمانے کے علوم و فنون کھینچ لئے۔ غرض کہ چودھویں ہی صدی میں چاروں طرف

یورپ نے کارخانے کھول دیے اور نئی نئی ایجادوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ۱۳۰۲ء میں قطب نما گویا دریا کا رہنما پیدا ہوا۔ اِدھر جرمنی میں چھاپہ جاری ہوا کہ عالم میں علم عام تام ہوگیا۔ اُدھر بارود کا نسخہ نکلا، اِدھر اطالیہ میں گلیلو نے دوربین نکالی۔ لوتھر نے مذہبِ عیسوی کی ترویج میں اصلاح کی کلمبس سیاحِ جری نے ۱۴۹۲ء میں امریکہ یعنی نئی دنیا نکالی۔ اور بڑا فایدہ اس لڑائی کا دیکھو تو یہ ہوا کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت جو شاید دلوں سے محو ہو جاتی، وہ قائم رہ گئی۔ نہایت شکر کا مقام ہے کہ ایسے نازک وقتوں میں اسلام نے اپنے اعتقاد کے استقلال پر نظر رکھی مگر ساتھ ہی اس کے یہ تاسّف ہے کہ علم کے ساتھ وسعتِ مشرب بھی اُن کے ہاتھ سے جاتی رہی۔ کیا کیا حسرتیں دل پر گزرتی ہیں کہ جس قوم نے آج تک شائستگی کی بنیاد رکھنے میں مدد دی، اُس نے اپنی عمارت کو پورا نہ کیا اور تعصب یا خیالی باتوں کو قیودِ مذہبی سمجھ کر عالمِ ترقی کی سیر سے محروم رہے۔ غرض یورپ والوں کے اسی جنونی تعصب نے انہیں اِدھر سے نکال دیا چنانچہ وہ عرب پھر اپنی قدیمی سرزمین میں رُکے ہوئے ہیں اور برائے نام اسلامیوں کے ترک بادشاہ کی تابع ہیں۔ مذہب کی تاثیر اب تک بھی ہے مگر علوم کی کشتی فنا کے کنارے پر پہنچ گئی ہے۔

مسلمان تو بہت ہیں مگر وہ جانتے کیا ہیں؟ اگر آج عربی کا ایک عمدہ دیوان یا تاریخ کی کتاب درکار ہو تو یورپ سے لینی پڑے گی۔ ابنِ خلدون، ابو راشد، حاجی خلفہ، ابنِ بطوطہ۔ ابن العاش، مقریظی وغیرہ جو اسلام میں آسمانِ علم کے آفتاب تھے، یہاں انہیں کوئی جانتا بھی نہیں۔ تابّط شرّاً، امرءُ القیس، عنترہ، حاتم، بحتری، ابو تمام کا دیوان کتنے آدمیوں نے پڑھا؟ انگلینڈ، جرمنی، فرانس میں صدہا آدمی یہ کتابیں پڑھتے

ہیں اور ترجمۂ قرآن تو ہزاروں بلکہ لاکھوں۔ ایک عالم جرمنی کا رہنے والا ہے اور شعرائے
عرب کا تذکرہ ان کی سوانح عمری کے طور پر نہایت جامع اور مفصل لکھا ہے معلم دساسی
پیرس میں موجود ہے اس نے بہت کتابیں لکھیں چنانچہ مقامات حریری کی شرح
اور نحو میں ایک کتاب بسوط، جو علم ادب کی جان ہے، یہاں بھی موجود ہے۔ معلم پیٹرس
نے مُحیطُ المُحیط آج کل علم لغت میں ایسی جامعیت اور تحقیق سے لکھی ہے کہ عقل حیران
ہوتی ہے۔ لین صاحب انگلشی اپنے سب کنبے سمیت تکمیلِ تحقیق کی نظر سے عرب میں
چلے گئے اور ۳۰ برس کی محنت میں ایک لغت کی کتاب لکھی کہ آدھی چھپ چکی ہے۔ مگر افسوس ہے
کہ چھاپہ خانے میں آگ لگ گئی اور سارے مسودے جل گئے۔ یہاں علم لغت کا مدار قاموس
پر ہے جس کی تصنیف کو آج پانسو برس ہوئے۔ اس عرصے میں ہزاروں لغت زبان میں
نئے داخل ہو گئے انھیں کہاں دیکھیں؟ زبانِ عرب اور علمِ ادب کے شائقین پر ان
کا احسان ہے اس کے علاوہ صدہا مصنف عربی کے ہیں کہ فقط اپنے ذوقِ دلی سے اس کام
میں مصروف ہیں اور تصنیفات جاری ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ان کتابوں میں مذہبِ اسلام کی
نسبت سُوءِ ادب کا لفظ تک بھی نظر نہیں آتا۔ میں بہ صلائے عام کہتا ہوں کہ اے
بندگانِ خُدا برائے خدا آؤ اور سب یکدل ہو جاؤ۔ یہُودی عیسائی ہندو مسلمان سب کو
چاہیے کہ مل جل کر کام کریں اور عہد مامون کی طرح خوبیوں کے لینے اور رواج دینے میں
کوشش کریں۔ مذہب گراں بہا شے ہے اُسے گھروں میں رکھ چھوڑیں۔ ہمیں ایک دوسرے
کے فواید کا حاسد بھی نہ ہونا چاہیے۔ اور جو بھلائی عام عالم کے لئے عقلاً مفید ہو اس سے
مستفید ہونا چاہیے جہاں مل سکے خواہ چین خواہ انگلستان خواہ روم خواہ ایران۔ بعضے لوگ
کہتے ہیں کہ جنونِ تعصّب اسلام کی سرشت میں داخل ہے۔ مگر یہ بات نہیں۔ کیا ہارون رشید

مامون رشید حق پرست مسلمان نہ تھے؟ انھوں نے اپنے مذہب کے لیئے اور مذہبوں کو آزار کیوں نہ پہنچایا؟ بلکہ میں کہتا ہوں کہ وسعتِ مشرب اسلام ہی میں بہت ہے۔ قرآن میں جو مکی سورتیں ہیں انھیں دیکھو کیا ان سے رحمدلی اور ملائمت نہیں ٹپکتی۔ یہ سچ ہے کہ مدنی سورتیں ان کی نسبت زیادہ سخت ہیں مگر اُن کا باعث کیا ہے؟ موقع ہی ایسا آپڑا تھا۔ یہودی زورآور درپئے آزار ہوئے۔ اُس نے زور کا مقابلہ زور سے کیا اور طاقت کو طاقت سے ہٹایا۔ زمانے میں ابھی دھوپ ہے ابھی چھاؤں ہے۔ آج سردی ہے کل گرمی ہے ہر وقت کا سامان جُدا ہے۔ رحم و کرم خلق و مروت بہت خوب۔ مگر جس پر کوئی حملہ کرے اُسے اپنا بچانا واجب ہے۔ ہاں مردم آزار اور بدسرشت لوگ بھی دنیا میں ہیں کہ بے سبب لوگوں کو ستاتے ہیں۔ اتفاق ہے کہ وہ بھی اس مذہب میں پیدا ہو گئے اور یہ خدا کی طرف سے ہے نہ کہ ان کی طرف سے۔ جو لوگ سب کو راحت و آرام دیتے ہیں خُدا اُنھیں پیار کرتا ہے۔

وَهُوَ رَحْمٰنُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمُهُمَا فَيُحِبُّ الرَّاحِمِيْنَ ۞

ایامِ قبلِ اسلام

جسے اسلام کے اہلِ تصنیف ایامِ جاہلیت لکھتے ہیں

زمانہ سلف سے عربستان[1] جو کہ وطنِ اسلام ہے بیابان اور کوہستان چلا آتا ہے۔ اُس وقت بھی خانہ بدوش صحرائی مختلف فرقوں اور متفرق قبیلوں میں منقسم تھے۔ بعض فرقے بالکل دہریے تھے کہ خدا کی ضرورت ہی نہ سمجھتے تھے۔ بعض قبیلے بُت پرست

---

[1] عربا عبرانی میں ریگستان کو کہتے ہیں اور لغت عرب میں نام ایک قوم خاص کا ہے کہ عجم نہ ہو۔ عرابہ کے معنے گندم گونی کے ہیں شاید رنگ کے سبب سے عرب کہتے ہوں۔ محیط المحیط

تھے۔ ہر فرقے کا بُت اپنے اپنے مقام پر قائم تھا۔ مثلاً ھُبَل سب سے بڑا بُت کعبہ[۵۱] میں اور اساف اور نائلہ صفا اور مروہ میں اور لات قبیلۂ ثقیف کا طائف میں اور عُزیٰ[۵۲] قریش کا اور مَنات اوس اور خزرج کے قبیلے میں تھا بعض فرشتوں کے اور جنات کے معتقد تھے بعض ستاروں کو پوجتے اور آگ کی تعظیم کرتے تھے۔ اکثر یہودی اور نصرانی بھی تھے علم اس وقت ان لوگوں میں فقط یہ تھا کہ آپس کے نسب اور خاندانوں کی تاریخ جانتے تھے۔ خوابوں کی تعبیر، جانوروں کی آواز اور پرواز کے شگون اور آثارِ نجوم وغیرہ سے حکم لگاتے تھے۔ بڑے بڑے سن رسیدہ بڈھے دُنیا اور دُنیا کی لذّتوں سے مُنہ موڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں یا عبادت گاہوں میں بیٹھے غیب دانی اور پیشین گوئی کے دعوے باندھتے تھے اور کاھِن یا راھِب کہلاتے تھے۔ رسمیں ان کی اس حال میں بھی قریب قریب اسلام کے تھیں۔ مثلاً ماں سے اور بیٹیوں کے ساتھ نکاح جائز نہ تھا۔ دو سگی بہنوں کو بھی ایک شخص نکاح میں نہ لاسکتا تھا۔ سوتیلی ماں سے شادی نہایت معیوب تھی، سال بسال کعبہ کا حج[۵۳] پہلے ہی کرتے تھے۔ ضروری غسل مسواک کُلّی ناک میں پانی دینا

---

۵۱ جس طرح دلفی کل یونان کا مقدّس مقام تھا اسی طرح کل قوم عرب کا کعبہ تھا۔ اگرچہ مختلف جگہ فرقہ فرقہ کے دیوتا تھے، مگر امورات غیب دانی میں دلفی سب کا بالاتفاق متبرک مقام تھا۔

۵۲ انھیں صابئیہ کہتے تھے کیونکہ عبرانی میں صابئ کے معنے ستارہ کے ہیں۔

۵۳ حج بمعنی قصد ہے۔ چونکہ اس سفر میں عبادۃً قصد بیت المقدس یا کعبہ کا ہوتا تھا۔ اس لئے اسے حج اور جانے والے کو حاجی اور مقدسی کہتے تھے۔ حج بمعنے سال بھی ہے۔ چونکہ وہاں سال بسال مجمع ہوتا تھا۔ شاید اس سبب سے کہتے ہوں۔

استنجا۔ بغلیں مُنڈانی ناخن لوانے، ختنہ وغیرہ جاری تھا۔ چور کا داہنا ہاتھ سزا میں کاٹا جاتا تھا۔ تین برس میں ایک مہینے تجارت یا کچھ پیشہ بھی کر لیتے تھے۔

چونکہ سرزمین اس مُلک کی خُشک اور برسات بہت کم ہوتی تھی، اس لئے قبیلے کے قبیلے اپنے دُنبے بکریوں کے گلے اور گھوڑے اور اُونٹوں سمیت جہاں برسات کا پانی یا کوئی چشمہ اور گزارے کی جگہ سنتے، وہیں اُٹھ آتے تھے۔ چمڑوں کے خیمے، نمدوں کی خرگاہیں، ڈال کر اور کمل تان کر اُتر پڑتے۔ کوسوں تک پھیل جاتے اور شکاروں سے دن گزارتے جب وہاں کا پانی ہو چکتا تو اُن ہی میں سے کوئی خبر لے آتا جہاں اُسی موقع کی جگہ پاتے وہاں جا اُترتے۔ یہی سبب ہے کہ قبیلے قبیلے کی زبان میں فرق تھا۔ یہ لوگ بدوی یعنی صحرانشین کہلاتے تھے۔

مگر سب کے سب خانہ بدوش نہ تھے۔ جہاں گزارے کا سامان دوامی دیکھتے تھے وہاں گھر بھی بنا لیتے تھے۔ چنانچہ مکّہ اور مدینہ اور چھوٹے چھوٹے اکثر ایسے مقام ہیں۔ ان میں ہر جگہ پینٹھ بھی لگتی تھی۔ مکّہ ایک ایسی جگہ واقع ہے کہ ہند اور افریقہ کی تجارت کے دو رستے یہاں ملتے تھے اس لئے وہاں آمد و رفت اور مجمع زیادہ رہتا تھا۔ اس ملک میں تجارت کے ساتھ مذہب بھی ملا رہتا تھا۔ چنانچہ ہر جگہ ایک ایک عبادت خانہ بھی ہوتا تھا کہ لوگوں کی راستی اور سندِ اعتبار کے لئے کام آتا تھا۔

اس قوم میں بادشاہی نہ تھی، اگر تھی تو جمہوری طرز تھی کیونکہ طبیعت ہر شخص کی نہ فقط آزاد بلکہ دماغ بلند اور دل خود سر تھے۔ ہر قبیلے کا جُدا رئیس ہوتا تھا۔ جب کوئی بڑی مہم آ جاتی تو سب سردار مل کر سرانجام کر لیتے۔ اپنے رئیس کو یہ لوگ بہت مانتے تھے اور اَور لوگ بھی اس کی عظمت کرتے تھے۔ مگر اُتنی ہی، جتنی کسی گھر کے

لوگ اپنے بزرگ کی۔

قُرَیش کا قبیلہ قدیم سے **مکّہ** میں تھا اور معزز شمار ہوتا تھا۔ اس کے لوگ **مکّہ** کی آبادی اور سب کی بہبودی میں کوشش رکھتے تھے۔ تجارت کے انتظام کرتے تھے اور ملک ملک کو قافلے بھیجتے تھے۔ ان میں **بنی ہاشم** کا خاندان نامی اور بزرگ شمار ہوتا تھا اور زیادہ تر عزت ان کی اس سبب سے تھی کہ **کعبہ** کے متولی ان ہی میں سے ہوتے تھے اور یہ بھی اس کا حق اچھی طرح ادا کرتے تھے۔

عرب کے لوگوں میں فصاحتِ کلام، سخاوت، مہمان نوازی، غیرت۔ انتقام کی سختی بات کا استقلال وغیرہ صفتوں کی بڑی تعریف تھی مگر بہادری کی صفت اور شہسواری اس طرح عام تھی جیسے عہدِ ظلمت میں ممالکِ یورپ میں کہ وہاں ایسے لوگ نائیٹ کہلاتے تھے۔

شجاعوں کی شجاعت پالی اور تولی جاتی تھی کوئی بہادر سو سوار کے برابر کہلاتا تھا کوئی پانسو کے، کوئی ہزار کے۔ چنانچہ **مرحب** ہزار سوار کے برابر کہلاتا تھا عرب کے لوگ اسی سبب سے اپنے گھوڑوں کو بہت عزیز رکھتے تھے اور وہ حقیقت میں بھی عزیز رکھنے کے قابل ہوتے تھے۔

غرض اس ملک پر اکثر اوقات اطراف و جوانب کی قوموں نے تسخیر کے ارادے کئے مگر ویرانیِ ملک اور وحشت کے سبب سے نہ قائم رہ سکے نہ قیام میں کچھ فایدہ دیکھا۔ قبائلِ عرب میں خود بھی ذرا ذرا سی باتوں پر ہمیشہ خونریزیاں رہتی تھیں ایک اونٹ کے کھیت میں چر جانے پر، ایک تالاب سے پانی پلانے پر قبیلے کے قبیلے کٹ جاتے تھے۔ چنانچہ ان خونریزیوں کو اگر شمار کریں تو ۱۷۰۰ جنگ ہوتی ہیں اور حماسہ کے

اشعار کا مجموعہ اب تک ان کی یادگار باقی ہے۔

۳۲۵ برس پہلے حضرت عیسےٰؑ سے سکندر ذوالقرنین نے نیارکس اپنے میر بحر سپہ سالار کو بھیجا تھا کہ عرب کی زمین کو تسخیر کی نگاہ سے دیکھے اور وہاں کا حال معلوم کرے مگر سکندر کو اجل نے مہلت نہ دی اور یہ آرزو دل کی دل ہی میں لے گیا۔ پھر اس کے سپہ سالار جو مصر میں تھے اُن کی اولاد اور مصر اور روم وغیرہ کے بعض بادشاہ ہاتھ ڈالتے رہے مگر جنگل بیابان اور ویران کوہستانوں سے کچھ ہاتھ میں آتا معلوم ہُوا اس لئے پاؤں آگے نہ بڑھایا۔

سنہ ۱۷۰ء میں یہ ملک اس حالت کو پہنچا کہ ان ہی میں سے حمیر کے قبیلے کا ستارہ شاہانہ روشنی کے ساتھ طلوع ہُوا اور آتش پرست جو نجوم کے معتقد تھے اور صابئین کہلاتے تھے غروب ہونے لگے۔ بعد اس کے کچھ یہودی تو پہلے ہی سے رہتے تھے جب اہلِ روم نے بیت المقدس کو برباد کیا تو بہت اُن میں سے عربستان کو نکل آئے اور یہاں کے اکثر قبیلوں کے مذہب بدل دیے۔ کنانہ، کندہ، حارث ابنِ کعب کے لوگوں میں انہوں نے بہت طاقت اور اختیار پایا۔ پیچھے پیچھے مذہب عیسوی بھی عرب کے جنوب میں آ پہنچا۔ اور حمیر، غسان، تغلب، طی، قذرہ، ربیعہ وغیرہ سوائے حیرہ اور نجران کے سب عیسوی ہو گئے۔ ذونواس حمیری بادشاہ مشرک یہودی تھا۔ اس کی مصیبت نے نجران اور حیرہ میں بھی بادشاہِ حبش[1]

[1] اس وقت تک چیچک کا مرض عرب، ایران، توران، ہندوستان وغیرہ میں نہ تھا۔ سنہ ۵۳۰ء میں جبکہ ان حبشیوں نے یمن فتح کیا تو ان میں سے عربستان میں اور پھر جہاں جہاں اسلام گیا وہاں یہ مرض بھی گیا۔

عیسوی مذہب کو مدد کے لئے بُلایا

حضرتِ اِبْرَاھِیْم کے عہد سے حج سالانہ اور اکثر مہمات معاملاتِ دُنیا کے لئے کعبہ مرجع خلائق تھا۔ اَبْرَھَۃُ الْاَشْرَم حاکم یَمَنْ نے نَجَاشِیْ بادشاہ حَبْشَہ کی ایما سے صَنْعَاء یَمَنْ میں عمارتِ عالیشان صنائع معماری سے آراستہ کرکے حج کعبہ کی طرح لوگوں کو سال بسال جمع کرنا چاہا۔ مگر جب کَعْبَہْ کے آگے اُس کا چراغ نہ جلا تو ۵۷۱ء میں ہاتھیوں کا لشکر لے کر مکّہ پر چڑھائی کی۔ قُرَیْش اور بنی ھَاشِمْ نے اُس وقت بھی ہمّت ظاہر کی اور اَصْحَابُ الْفِیْل نے شکست کھائی۔ مگر پُورا بندوبست اُن کے دماغ کا اہلِ فارس کی مدد سے عمل میں آیا۔

شروعِ اسلام اور اُس سے سو برس پہلے ان لوگوں میں ایک فخر اور بھی تھا یعنی فَصَاحَتْ اور بَلَاغَتْ چنانچہ اس میں انھوں نے ایسا اقتدار بہم پہنچایا تھا کہ ایک فصیح صاحبِ تقریر جماعتِ کثیر کو فقط اپنی قدرتِ کلام سے جس ارادے سے چاہتا روک لیتا اور جدھر چاہتا تھا جھونک دیتا تھا۔ یہ کمال اس مرتبے پر پہنچا کہ فصاحت قرآن کے لئے معجزہ ٹھیری۔ کلام کا اثر یہاں تک بڑھا کہ کہا گیا۔ اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً۔ یہ جوہر ان کا ذاتی تھا کہ اشراف خاندانوں کے بچّے لطفِ زبان، طوطی اور بلبلِ ہزار داستان کی طرح اپنے ساتھ لے کر پیدا ہوتے تھے۔ جب معرکۂ جنگ میں رجز خوانی سے شجاعت کے جوش و خروش پر آجاتے تو مخالفوں کے جی چھوٹ جاتے۔ جب اپنے کشتوں کی لاش

لے سال ابرہہ سے عام الفیل کا سنہ قرار پایا کہ پہلے سنہ عیسوی یا ہجری کی جگہ عرب میں وہی لکھا جاتا تھا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ محمد مصطفےٰ صلعم اس حملے کی رات کو پیدا ہوئے۔ ان میں کل ۱۳ ہاتھی تھے اور ایک سفید ہاتھی تھا کہ فتح نصیبی کے سبب سے اس کا نام محمود تھا۔

پر نوحہ کہتے تو سننے والوں کے آنسو نکل پڑتے۔ گل و بلبل سی عبارت آرائی تو جانتے نہ تھے جنگل کے صحرائی اور پہاڑوں کے شکاری تھے۔ مگر زبان میں خدا نے وہ زور دیا تھا کہ جب اپنے ارادے پر کمر باندھ کر قبیلے میں کھڑے ہو جاتے، ہزاروں کے دل اِدھر سے اُدھر کر دیتے باوجود اس کے تکلف اور آورد بالکل نہ تھی، جو کچھ تھا اصل بیان اور صاف زبان تھی اس لئے صاحبِ کمال خطیب کہلاتے تھے اور یہ خطاب نہایت باوقار اور محترم شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ جن مطالبِ خاص پر لوگوں کو فہمائش اور نصیحت ہوتی تھی اسے بھی خُطبہ کہتے ہیں اور جب تک دولت اور دین شامل رہا، تب تک خطیب وہی شخص ہُوا جو ہر طرح کے ادائے مطلب پر زبانِ عربی میں قادرِ کامل تھا اور جس خلیفہ میں یہ صفت تھی اُس کے لیے آج تک کتابوں میں لکھا چلا آتا ہے۔ اس کے علاوہ کمالِ زبان، کا عالی خاندانی کی دلیل تھا اور جس قبیلے میں کوئی ایسا شخص ہوتا تھا اس کے نام سے قبیلہ نامی گرامی ہو جاتا تھا۔

جبلِ عرفات کے پیچھے مکّہ کے پاس عُکاظ ایک مقام تھا وہاں برسویں دن بازار لگتا تھا۔ صدہا کوس کے لوگ خرید و فروخت کی چیزیں لا کر ہزاروں کے لین دین کرتے تھے مگر حق پوچھو تو اصل فائدہ اس میں یہی تھا کہ ایک قبیلے بلکہ ایک گھر کی ادنےٰ برائی یا بھلائی اس مجمع میں کھُل کر فوراً تمام عربستان میں پھیل جاتی تھی۔ ہر ایک بات کے ڈھنگ بے تکلف اور سیدھے سادے تھے، مگر نہایت پُر تاثیر۔ چنانچہ جس طرح یونان میں کسی زمانے میں کُشتی گیر اور شہسوار دنگل میں اسپ تازیاں اور زور آزمائیاں کرتے تھے یہاں

لہ مقام دلفی پر جس کا اشارہ صفحہ (۸۰) میں ہوا ایک میلہ لگتا تھا وہاں گھڑ دوڑ اور کُشتی اور نے نوازی کے ہنر دکھاتے تھے اور جو شخص جیتے اس کے سر پر ایک پھولوں کی لڑی باندھتے تھے۔ اس لڑی میں لاَرل درخت کے کچھ پتّے بھی پھولوں میں گُنتھے ہوئے ہوتے تھے کہ اپو لو جو شعر کا دیوتا ہے اس کو یہ درخت بہت پسند ہے۔

شُعَرا طبع آزمائیاں کرتے تھے۔ تمام عرب کے بدادی اور مُلک مُلک کے مسافر جو آئے ہوئے ہوتے تھے، بڑے ذوق و شوق سے جمع ہو کر ایک میدان میں باسلوب بیٹھ جاتے تھے۔ اُن میں سے ایک شخص کہ اپنا نام یا کام یا مقام کچھ نہ بتاتا تھا دفعۃً سرو قد اُٹھ کھڑا ہوتا تھا اور حفظ اپنے اشعار پڑھنے شروع کر دیتا تھا۔ بنیاد ان اشعار کی بہادری، جوش خروش خونریزی۔ فخرِ خاندانی۔ رفاقتِ دوشانہ، سخاوت، مہمان نوازی، نیکنامیِ دوامی، فرحتِ مقام دریاؤں کی روانی جنگلوں کی ویرانی، کوہستانِ وحشت ناک، خوشنما جزیرے اور سرسبز جنگل اور ٹیلے۔ حیوانات کی وحشت، اپنے گھوڑے یا اونٹ کی تعریف یا عشق یا دل کی اُداسی، طبیعت کی پریشانی وغیرہ۔ غرض اس قسم کے مضامین پر لوگ اشعار پڑھتے تھے اور فقط کلام کا اثر ان انجان لوگوں سے اپنے مُصنّف کو ایسے بے لاگ صلے تحسین یا نفرین کے دلواتا تھا کہ تمام میلے میں ایک دھوم مچ جاتی تھی۔ دُلہن میں پھولوں کی لڑی سے عزت ملتی تھی یہاں جو قصاید خلعتِ قبول پاتے تھے وہ ہرن، بکری، اُونٹوں کی جھلیوں پر ابریشمی کپڑوں پر سُنہری حرفوں میں نقش و نگار ہو کر کعبۃ کی دیواروں پر آویزاں ہوتے تھے اور مُذَہَّبَۃ یا مُعلّقَۃ کہلاتے تھے۔ یہ صاحبِ قصیدہ کے لئے بڑا فخر ہوتا تھا۔ اور اس پر قبیلوں سے مبارکباد کے خط آتے تھے۔ حق پوچھو تو وہ بازار عام رائے لینے کے لئے ایک جمہوری کونسل کا جلسہ تھا۔ غرض کعبۃ کی برکت یا اس شاعری کے بہانے سے اس صحرائے وحشیانہ میں اس معاملۂ اتفاقی نے عجب عجب کام کئے۔ ہمت اور شجاعت عام پسند ہو گئی۔ نسب دانی اور معلوماتِ خاندانی سے بڑھ کر لوگ تاریخ دان ہو گئے۔ اُن کے یہ قصیدے تاریخِ جاہلیت کے لئے چراغِ راہ ہو گئے۔ خاص پسند باتیں عام پسند ہو گئیں۔ ان زبان آوروں کا رعب و داب، عزت و وقار سب پر چھانے لگا۔ وحشی صحرائی

مل بیٹھنے سے انسانیت سیکھ گئے۔ اور آپس کی کشاکشی بھی کم ہونے لگی۔ پاکیزہ پاکیزہ غذا، فصیح محاورے، نمکین اصطلاحیں اور قصّہ طلب حوالے استعمال میں آنے لگے۔ بے تکلّف اور بے مبالغہ کلام میں گرمی اور زورِ تاثیر پیدا کرنے کا شوق بوڑھے سے لے کر بچے تک عام ہو گیا۔ اسی بازار کا سبب ہے کہ زبانِ عرب میں اکثر اشخاص اور اشیاء کے لئے وجہ تسمیہ ہیں اور اسی طرح اب تک مشہور ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کے قصے، یہاں تک کہ ایک بدوی عورت نے جو لفظ اپنے اُونٹ کو پانی پلانے میں کہا، وہ بھی مشہور ہو کر گھر گھر زبان زد ہو گیا۔ اب تک ہر شخص جہاں چاہتا ہے نظم و نثر میں کہاوت کی طرح بول جاتا ہے۔ کہ یہ شہرت آج اخباروں میں اشتہار دینے سے بھی نصیب نہیں ہوتی۔ افسوس ہے کہ سوائے ان سات معلّقوں کے اور کوئی معلّقہ نظر نہیں آتا بلکہ آج علمِ ادَب اور انشاءِ عَرَب کی کوئی تصنیف اسلام سے سو برس پہلے کی نہیں ملتی۔ کچھ عمداً اور کچھ بے اعتنائی اور بے قدری سے معدوم ہو گئیں مگر اشعارِ عرب سے معلوم ہوتا ہے کہ پرانی زبان ہے کیونکہ اس کی صرف و نحو اور عروض کے قاعدے سب با اصول ہیں۔ مُهَلْهِل عرب کا پہلا شاعر ہے۔ اس نے زبان کو صاف اور صیقل کیا اس لئے اس کو مہلہل کہتے ہیں۔ اس کے فقط ۹۰ اشعار آج تک بھی موجود ہیں۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ عربی کی نَظْم کی زبان کا رشتہ نَثْر کی زبان سے بالکل جُدا ہے۔ یہ امتیاز مُهَلْهِل نے پیدا کیا۔ چنانچہ شعرائے جاہلیت کے اشعار سے یہ دیقیقے کھلتے ہیں۔ شعرائے مُذَهَّبَۃ اور اکثر اس وقت کے شاعر معزّز اور ذی اعتبار لوگ تھے چنانچہ جَنفَرہ مشرک، سَمَوئل یہودی تھا۔ اِمْرءِ الْقَيس کہ اُس کو

---

[۱] ان شاعروں کے مختصر حالات تکملہ میرا میں مندرج ہیں۔

مَلِکُ الضِّلِیل بھی کہتے تھے۔ ۵۹۵ء کے پس وپیش میں دو شاعر فصیح تھے کہ دونوں کا نام مُرَقّش تھا۔ نَابِغَہ ذبیانی کہ مشرک تھا ۶۱۵ء میں، دُرَیدُ ابنِ مَاءِ السَّمَاءِ ۶۱۰ء میں۔ حَاتِم ۶۲۰ء میں، اَخَاء ۶۲۹ء کے پس وپیش میں تھے۔ نَجد کے خودسر قبیلوں میں جو آئے دن لڑائیاں ہوتی تھیں یہ لوگ ان معرکوں میں جاں بازیوں کے ساتھ ایسی شعرخوانیاں کر گئے کہ گویا اس عہد کی آزادی اور خودسری کی تصویر اور اُن پُرانے ویرانوں کے نقشے آج تک کھچے ہوئے ہیں۔

عَنْتَرَہ کے باب میں اتنا اور بھی لکھنا ضرور ہے کہ اسلام سے پہلے عَرَب کی زبان سُنّی ہو تو اس کے اشعار کو پڑھ لو اور اس ملک کی صورت اور چال ڈھال دیکھنی ہو تو اس کے کلام کو دیکھو کہ وہی حالت برتی ہے۔

چمڑے کے خیمے، اور نمدے کے پالوں کے نیچے ریتے کے فرش پر سیکڑوں بدّوں کو لے کر بیٹھ جاتا تھا اور جس عالم میں جا پڑتا تھا سماں باندھ دیتا تھا۔ عَنْتَرَہ نے جو ایک اَفسَانَہ لکھا اس نے نہایت شہرت پائی۔ ہَارُوْن کے عہد میں اَصْمَعِی نے اسے جمع کیا اور مَامُوْن کے عہد میں یُوْسُفُ ابْنِ اِسْمٰعِیل نے اس کی تکمیل کی۔ کسی شخص نے ایک حبشن عورت گھر میں ڈال لی تھی۔ اس سے عَنْتَرَہ پیدا ہُوا۔ باپ تو اس سے بکریاں ہی چرواتا تھا مگر اپنی زبان کی فصاحت اور ہاتھ پاؤں کی قوّت اور دل کی شجاعت سے اس نے وہ بات بَنِی عَبَس میں حاصل کی کہ عَبْلَہ نامی ایک خاندانی عورت سے شادی ہوئی اور خود صاحبِ خاندان ہو گیا۔ اس کے کلام کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ زبانِ عرب ہر رنگ کے مطالب کو جوں کا توں ادا کر دیتی ہے اور ہر قسم کے مطلب کے لئے الفاظ موجود ہیں۔ جس طرح کہ الف لیلہ کے دیکھنے سے اُس وقت کے امرا کی

نفاست اہل شہر کی نزاکت گھروں کی سجاوٹ معلوم ہوتے ہیں، اسی طرح عنترہ کا کلام بدّو خانہ بدوشوں کے گھروں کے کینڈے، چال ڈھال کے ڈھنگ، مار دھاڑ کے ہتکنڈے آیئنے کی طرح دکھاتا ہے۔

غرض ان بے قید اور بے باک قبیلوں میں جو معرکے اور کُشت و خون ہوئے مثلاً ۲۵۴ء میں بادشاہ یمن کی حملہ آور فوج کو توڑا، قبیلہ کندہ کے شاہزادہ کی فتحیں، حوث بادشاہ حیرہ کے واقعات (۵۱۸ء میں) سالون کی فتحیابیاں (۴۸۰ء) ربیعہ اور کلب کی حمیر سے میدان داریاں ۴۹۲ء میں پھر حرب بسوس یعنی بنی بکر اور بنی تغلب کی لڑائی۔ کہ ایک شخص کا اونٹ کھیت میں چلا گیا۔ کھیت والی نے اُسے مارا، اونٹ والے نے آن کر عورت کی چھاتی کاٹ ڈالی۔ اتنی بات پر ایسی لڑائی پڑ گئی کہ ۴۹۴ء سے ۵۳۴ء تک ۴۰ برس تک جاری رہی اور ستر ہزار آدمی مارا گیا۔ اسی طرح ۵۶۸ء میں داحس نام ایک گھوڑے کی گھڑ دوڑ میں جبکہ گھوڑا آگے بڑھا چاہتا تھا ایک شخص نے بڑھ کر اُسے بدکا دیا۔ اسی بات پر لڑائی ہو گئی۔ قبیلے کے قبیلے کٹ گئے۔ ہزاروں آدمیوں کے کھیت پڑے۔ ۶۰۸ء تک برابر چالیس برس لڑائی جاری رہی۔ اور قبیلے در قبیلے پھیلتی گئی، یہاں تک کہ ۶۳۱ء میں جب ان میں سے بعض قبیلے اسلام لائے تو حرب داحس ختم ہوئی۔[۵]

یہ پرانے پرانے شعر گویا اُن جنگل صحراؤں کے نقشے اور اُن صحرانشین جنگلیوں کے، بلکہ اُن کے کاروبار کے پُتلے گھڑے ہیں جو کہ آج تک اس وقت کی آزادی اور بے قیدی کا آئینہ دکھا رہے ہیں۔ ان حالتوں میں اُن کے قومی استقلال کو دیکھنا چاہیے کہ اگر ایک

---

[۵] اسی قسم کے واقعات کے سبب سے اس زمانے کو ایام الجاہلیۃ کہتے ہیں

قبیلے کا قبیلہ کٹ گیا اور فقط چند عورتیں باقی رہ گئیں تو اُنھوں نے کسی بات کا عہد کر لیا۔ مثلاً کنگھی کرنی یا سُرمہ یا بھووں پر وسمہ لگانا چھوڑ دیا قبیلے قبیلے میں پھریں، لوگوں کو جمع کر کے لائیں اور جب اپنا سا حال دشمن کا کر لیا تب وہ آن ٹوٹی۔

عجیب تر یہ ہے کہ ان مقاتلوں اور مجادلوں کے بعد آپس میں فیاضی اور دریادلی کے بھی مباحثے ہوتے تھے اور اس کو مُنَافَرَۃ یعنے خاندانی عزت کا مباحثہ کہتے تھے۔ ایک دفعہ بنُو عامِر بِن عَلقَمہ اور عُمر بِن ذفل میں جھگڑا تھا کہ کون شخص قبیلے کا امیر ہو۔ چنانچہ ایک غیر شخص حَکَم مقرر ہُوا۔ اُس نے اوّل طرفین سے عہد قبولیت کا لیا اور پھر کہا کہ برس دن کے بعد دونوں کا حال دیکھ کر حکم لگاؤں گا۔ اس عرصے میں طرفین سے خوب خوب ضیافتیں اور ہمتیں دکھائی گئیں۔ جب برس دن گزرا تو اس نے کہا کہ حقیقت میں تم دونوں اِمارت کے قابل ہو۔ چنانچہ دونوں ایک ہی قبیلے کے امیر ہوئے اور آپس میں اس طرح صلح صفائی رہی کہ کبھی بگاڑ نہ ہُوا۔ اس طرح کے مقدمے بڑی بڑی عظمت اور شان و شوکت سے طے ہوتے تھے۔ عَہدِ ظُلمَت یعنی عہد وسطی میں ممالکِ یُورپ میں بھی اس طرح کے مقدمے اکثر ہُوا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ملکِ عَرَب میں سَخَاوَت فی نفسہ ایک وصف قابلِ اعتبار اور اعزاز تھا۔ چنانچہ حَاتِمِ طَائی جسے ہندوستان میں بھی جاہل سے لے کر عالم تک سب جانتے ہیں، قبیلۂ بنی طَی کا ایک سردار تھا اور اس پر کیا موقوف ہے وہاں امیر اُسی شخص کو کرتے تھے جس کی شہرت اس قسم کی اولی العزمیوں سے ہوتی تھی اور شہرت وہی پاتا تھا جو سخی اور مہمان نواز ہوتا تھا۔ یہ حاتم بھی فصیح شاعر تھا۔ دیوان اس کا عرب و فارس میں مشہور ہے القصہ شاعری عرب کے تین طبقوں میں منقسم ہے۔

پہلا طبقہ مُہلہل بن ربیعہ - اِمرءُالقیس - عنترہ - ابنِ کلثوم
زُہیر - علقمہ بن عبدہ - طرفۃ بنُ العبدی وغیرہ

دُوسرا طبقہ عہد اسلام کا - اوّل تو شاعری مذہب کے بموجب منع ہو گئی، تو بھی شاعروں کی زبان کب بند ہوتی تھی - حمد نعت مختلف قسم کے اشعار ہوتے رہے مگر وہ آزادی کلاموں کی جاتی رہی - اور طبیعتیں رُک گئیں - چنانچہ حسّان ثابت، عمر بن ربیعہ، جریر، فرزدق، نصیب، غیلان - کہ ابتدا میں ان کے کلام کی طرز ایک خاص طور پر تھی، دور بدلا تو وقت کے انقلاب نے ان کی طرزِ کلام کو بدلا -

تیسرے طبقے میں کچھ اُمویّہ اور پھر عبّاسیّہ کا عہد آگیا - ان کے عالیشان درباروں کی قدر دانیوں سے شاعروں کے دل بڑھ گئے - پہلے طبقے کا خاتمہ اور اس کی ابتدا ذُوالرّمّہ سے سمجھنی چاہیئے - ساتھ اس کے عمر بن اَبی ربیعہ، کثیر، جریر - اَبی نواس - حبیب - بُحتری - اَبی تمام، اَبی فراس وغیرہ شعرائے فصیح و بلیغ ہوئے مگر اصل زبان کا لطف جبھی تک تھا کہ اپنے وطن کے جنگلوں اور پہاڑوں کی تشبیہیں اپنے اُونٹوں اور بکریوں کے مضامین باندھ کر دلی اور اصلی مطلب ظاہر کرتے تھے پھر کلام میں تکلّف اور آورد اور مضامین میں عشق کی بہار آگئی - اصلیتِ مطالب کے حُسن کو اشعار کی رنگینی اور الفاظ کی خوشنمائی پر قربان کر دیا - توشیح اور ترصیع وغیرہ فضول صنعتیں اس کے ساتھ لگائیں - خُلفا اور سلاطین اور اُمرا کی تعریفوں میں کہ اکثر ان میں سے تُرک تھے - دھوم دھام کے قصیدے کہہ کر اُن کے دل خوش کرتے تھے اور انعام لیتے تھے - دو سو برس تک یہی دربار اور جلسے رہے - آخر مبالغوں کے بوجھ نے اصلی زبان کو دبا کر ایسا ضعیف کیا کہ اگر آج اُن کی طرز میں کسی واقعی معاملے کو بیان کرنا چاہیں تو بات کی

اصلیت کا ادا ہونا ممکن نہیں۔

فایدہ: ہر شے کا عام خلق اللہ کی راے اور ضروریات کے بموجب ترقی کرنا اس میں قدرتی حُسن اور طبعی خوبی پیدا کرتا ہے۔ جب اسے خاص اشخاص کی منظورِ نظر کرنا چاہو تو اس میں شک نہیں کہ خاص خاص قیدیں اس میں ضرور لگ جاتی ہیں خصوصاً بادشاہو کی پسند کہ اُس میں تکلّفات اور ظاہری آرائش لازم پڑی ہوئی ہے۔ لوگ انعاموں کے لالچ سے فقط ان کی نگاہ کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ دربار کا رواج پھیل کر سب اسی کو پسند کرنے لگتے ہیں مگر قدرتی حُسن اور اصلی خوبی اس کی برباد ہو جاتی ہے۔ گلاب کے پھول کی لطافت اور نزاکت اور خوشنمائی محتاجِ بیان نہیں، مگر جو کچھ ہے قدرتی ہے۔ اگر کوئی مصوّر اپنی دستکاری صرف کرے تو نقش و نگار ضرور ہوں گے مگر اس سادگی کے حُسن میں جو عالم ہے وہ اس میں نہ ہوگا بلکہ اصلی خوبی بھی خاک میں مل جائے گی۔

عربستان کی تاریخ بہ ترتیبِ سنین عیسویہ و ہجریہ

مُحَمَّد مُصطفےٰ قُریش کے قبیلے سے مَکّہ[1] میں پیدا ہوئے اور ۵۹۴ء میں پچیس برس کے سن میں بی بی خدیجہؓ سے شادی کی۔ چالیس برس کی عمر میں پیغمبری کا دعویٰ کیا۔ پہلے جن لوگوں نے اسلام اختیار کیا اُن میں سے (اوّل) خدیجہ ان کی بی بی (دوسرے) ان کے چچیرے بھائی عُلیؓ (تیسرے) ان کے اصحاب میں سے حضرت اَبُوبَکر اور ان کا غلام زَید تھا۔ اَبُوبَکر ان کی بی بی عائشہؓ کے باپ بھی تھے۔ بعد ان کے دس شریف خاندانی مکّہ کے اور بھی اسلام لاکر ان کے ساتھ شامل ہوئے۔

---

[1] مکّہ کو عہدِ قدیم میں بنّاس کہتے تھے۔

ن برس تک پوشیدہ ہدایت کرتے رہے۔ مگر ۶۱۱ء میں ایک ضیافتِ عامہ میں
ہار پیغمبری کیا اور آیاتِ قرآنی شروع ہوئیں۔ قریش کے لوگوں نے ان کے قتل کی
ویز کی، اس واسطے ۱۵ جولائی ۶۲۲ء جمعہ کے دن مکہ سے ہجرت کر کے مَدِینَۃ
پ چلے گئے۔ اسی دن سے تاریخِ اسلامی یعنی سنہ ہجری شروع ہوتا ہے۔
ونکہ مَکَّہ سے ہجرت کی اور مَدِینَہ[۵] میں آئے ۶۲۳ء ۲ھ میں قریش سے جہاد شروع
یا۔ چنانچہ پہلے ہی بَدَر کی گھاٹی میں ایک گروہ پر حملہ کیا اور فتحیاب ہوئے اس
قریش کے لوگوں نے صلح کر لی اور اہلِ اسلام کو مَکَّہ میں جانے کی اور کَعبَہ میں
حج وغیرہ عبادات کی اجازت ہوگئی۔ یہ جاں فشانی ان کی دیکھ کر سب لوگوں کے دلوں
یں ان کی طرف جوشِ التفات پیدا ہوا۔ اگرچہ بہت سے جنگ کئے جن میں خود بھی
شامل ہوئے اور لشکر بھی بھیجے، مگر مشہور ان میں سے خاص خاص لڑائیاں ہیں، چنانچہ
۶۲۵ء ۳ھ میں اُحَد کی لڑائی فتح ہو کر شکست کی صورت ہوگئی اور اس میں ان
کے چچا حَمزَہ شہید ہوئے۔

۶۲۷ء ۵ھ جنگ خَندَق فتح ہوئی اور عَمرو بن عَبدُ وَد جس کو اہلِ عرب ہزار
بہادروں کے برابر گنتے تھے، ان کے بھائی عَلی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

۶۲۸ء ۶ھ میں بَنی مُصطَلِق کی لڑائی فتح ہوئی۔

۶۲۹ء ۷ھ میں خَیبَر کی لڑائی فتح ہوئی اور مَرحَب یہودی جو بڑا بہادر اہلِ عرب
میں مشہور تھا، اسے حضرتِ عَلی نے مارا۔

---

[۵] پہلے اس شہر کا نام یثرب تھا عربی میں مدینہ شہر کو کہتے تھے۔ اُن کے وہاں آنے سے مدینۃ النبی
اُس کا خطاب ہوا اور پھر مدینہ مشہور ہوگیا۔

سنہ ۶۳۰ء میں حدودِ رُوم میں فوج پہنچی اور اس لڑائی میں ان کے بھائی جعفر ابن ابی طالب شہید ہوئے۔ اسی سنہ میں حاتم طائی جس کی سخاوت عالم میں مشہور ہے بقضائے الٰہی مر گیا۔

سنہ ۶۳۰ء ہی میں مکّہ کو محاصرہ کر کے فتح کیا اور کعبہ میں جو بُت رکھے ہوئے تھے انہیں برباد کر دیا۔

سنہ ۶۳۱ء میں خبر پائی کہ شاہ رُوم نے مدینہ پر فوج کشی کی ہے، اس لئے اِدھر سے بہت سا سامان کر کے اور لشکر آراستہ کر کے چلے، مگر منزلِ بتوک میں معلوم ہُوا کہ یہ خبر غلط ہے، اس لئے واپس آئے اور اس غزوہ یعنی فوج کشی کا نام غزوۂ بتوک مشہور ہُوا۔

سنہ ۶۳۱ء میں تمام عربستان مغلوب ہُوا اور بہت لوگ ان پر ایمان لائے اور یمن فتح ہُوا۔

آخر سنہ ۶۳۲ء میں ۶۳ برس کی عمر میں بقضائے الٰہی فوت ہُوئے۔

سنہ ۶۳۲ء سے سنہ ۶۶۰ء تک چار خلیفہ جو کہ ان کے اصحاب اور ان کے مذہب کے مؤیّد اور مروّج تھے حکمران رہے اور دار الخلافہ ان کا مدینہ تھا۔

چار خلفا کی خلافت کا بیان

جو کہ جماعتِ موجودہ کے اجماع اور کثرتِ رائے صحابہ سے خلیفہ ہُوئے

حضرت ابُوبکر۔ محمّد صلعم کے خسر تھے۔ قبیلہ ان کا بنی تمیم تھا۔ سنہ ۶۳۲ء

میں خلیفہ ہوئے۔ قرآن کی آیتیں جو چمڑوں پر اور پتّوں پر متفرق لکھی ہوئی تھیں یا لوگوں کو حفظ تھیں سب ایک جگہ جمع کر کے لکھی گئیں۔ حضرتِ عمرؓ کے عہد میں اس کی اور تکمیل ہوئی۔ پھر حضرتِ عثمانؓ کے وقت میں کامل ترتیب اور تکمیل ہوئی اور اسی کے بموجب اب تک تمام عالم میں رائج ہے۔

سَجَاح بنت الحارث بن سوید تمیمیہ نے ان کے پہلے سنہ خلافت میں پیغمبری کا دعویٰ کیا اور بنی تمیم اور تغلب اس کے ننھیال کے قبیلے کے لوگ تابع ہو گئے ان ہی دنوں میں مُسَیلمہ کذّاب نے بھی دعویٰ نبوت کا کیا اور دونوں میں اس طرح کا ارتباط ہوا کہ لوگ اُن سے بد اعتقاد ہو گئے۔

حضرتِ ابوبکرؓ نے مُسَیلمہ پر فوج کشی کی اور مُسَیلمہ مارا گیا۔ یہ خلیفہ بہت رحم دل تھے۔ ان کے عہد میں فارس پر فوج کشی ہوئی اور شام پر بھی لشکر گیا۔ ۶۳۴ء ۱۳ھ میں دمشق اُس کے سر لشکر کو گرفتار کیا۔ اوّل بیت المال پر داروغہ انہوں نے مقرر کیا اور قرآن کو مُصحَف کہا۔ ۶۳ برس کی عمر میں ۲½ برس کی خلافت کے بعد ۶۳۴ء ۱۳ھ میں فوت ہوئے۔

حضرتِ عمرؓ قبیلہ بنی عَدی سے تھے اور یہ بھی پیغمبر صاحب کے خُسر تھے۔ ۶۳۴ء ۱۳ھ میں خلیفہ ہوئے۔ ایّامُ الجاہلیّۃ میں جب قریش کے قبیلوں میں لڑائی ہوتی تو یہ سفیر ہو کر جایا کرتے تھے اور اکثر مُنافَرۃ کے جلسوں میں بھی یہی پیش ہوتے تھے۔ ان کے عہدِ خلافت میں ۶۳۵ء ۱۴ھ میں ملکِ شام، بعلبک، حِمص فتح ہوا اور شاہ ہرقل انطاکیہ سے قسطنطنیّہ یعنی دارالخلافہ روم کو بھاگ گیا۔

۶۳۶ء ۱۵ھ میں بیت المقدس اور اُدھر کے اکثر اضلاع فتح ہوئے اور وہاں

ایک عالیشان مسجد بنائی - وہ اصلی مقام ہے جہاں حضرت سلیمانؑ کی تعمیر تھی۔اسلام نے فارس کا رُخ کیا۔ (اہلِ ایران نے اس وقت یزدجرد کو اپنا بادشاہ بنایا تھا) اگاسرہ کی سلطنت کو توڑ دیا۔بڑے بڑے شہر ایران کے مثل حلب، انطاکیہ - تبریز وغیرہ فتح ہوئے - مدائین کہ دار الخلافہ کسریٰ تھا، اس کا محاصرہ ہُوا اور دوسرے حلے میں فتح ہوا۔مال بے تعداد لوٹ میں آیا اور ایوان کسریٰ برباد ہوا اور کتبخانہ وہاں کا بھی آگ اور پانی کے حوالے ہوا بعض کا قول ہے کہ اِسکندریہ میں بھی یہی حال ہوا تھا اور چونکہ اس وقت سب سے زیادہ پاس کا رستہ ایران اور ہندوستان کا اُبلّہ کی طرف سے تھا، اس لئے دریائے شط العرب کے کنارے ۶۳۷ء ۱۶ھ میں بصرہ آباد کیا کہ ہند اور فارس کا رستہ اہلِ اسلام کے قبضے میں رہے۔یہاں سے فارس ہند اور روم کی سوداگری اب تک جاری ہے۔

۶۳۸ء ۱۷ھ میں اھواز فتح ہُوا۔شام - فارس، مصر کی مہمیں قریب فتح کے پہنچیں۔ ۶۴۲ء ۲۲ھ میں آذربیجان اور ہرات اور جرجان وغیرہ فتح ہوئے - نہاوند پر سخت لڑائی ہوئی - یزدجرد شکست کھا کر بلخ میں آیا اور پھر جیحون اتر کر ترکستان کو بھاگ گیا۔ اس فتح کا اہلِ اسلام نے فتح الفتوح نام رکھا جس سے ان اضلاع میں بنیاد ریاستِ اسلام کی پختہ ہوگئی۔ ہندوستان کی جانب سے مُکران[۱] کے کوہستان تک فوج اسلام پہنچی اور دیبل پر آکر ایک لڑائی ہوئی - مگر لشکر اسلام

---

[۱] بلاد مکران - یہ علاقہ شکار پور کی راہ سے فارس کے رستے میں آتا ہے - گویا کرمان اور زمین سندھ کے درمیان ہے۔ اور اس میں ایک دریا بھی بہتا ہے - سندھ کا بادشاہ اس وقت زنبیل کہلاتا تھا جیسے روم اور چین کا قیصر اور فغفور۔

واپس گیا۔ اَبُومُوسیٰ اَشعَرِی نے فَارِس سے یہی صلاح دار الخلافہ کو لکھی کہ ہند کا قصد نہ کرنا چاہیے۔ بہت سے ہاتھی بھی لُوٹ میں آئے تھے۔ حکم آیا کہ یہ جانور اس ملک میں کار آمد نہیں اُس ملک کے لوگ اگر لیں تو اُن کے ہاتھ بیچ ڈالو اور روپیہ اُس کا فوج کو تقسیم کر دو۔ ان خلیفہ کے اوضاع و اطوار سیدھے سادے تھے اور بہت بہادر اور عابد زاہد تھے۔ پہلے ان ہی نے اَمِیرُ المُؤمِنِین کا خطاب اختیار کیا۔ ۶۳۶ء ۱۶ھ میں حضرت عَلی کی صلاح سے سنہ ہجری جاری کیا اور دِیوَان و دَفتَر قرار دیا۔ اور سیاست و تنبیہ کے واسطے تَازیَانَہ مقرر کیا۔ رات کے لئے چوکیدار اور عَسَس مقرر کئے۔ اوّل اُنہوں نے مِصر سے بَحرِ اَبلَہ کی راہ رسد بھیجی اور گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی اور شہروں میں قاضی بھیجے اور کُوفَہ، بَصرَہ، اَلجَزِیرَہ، شام، مِصر، مَوصِل کو شہر اعظم قرار دیا۔ رَمَضَان کے مہینے میں مسجدوں میں قَندِیلیں جلائیں اور جن لوگوں کے گھر بار نہ ہوں اُن کے لئے ذخیرے بنائے کہ اُن میں آٹا، ستّو وغیرہ رکھا رہتا تھا اور مَکّہ اور مَدِینَہ کے رستے میں اس قسم کے مقام مقرر کئے۔ مَسجِدِ نَبَوِی کو وسیع کیا۔ یہودیوں کو حجاز اور شام سے نکال دیا اور کَعبَہ میں مَقَامِ اِبرَاہِیم اس کی قدیمی جگہ پر مقرر کیا۔ عمر اُن کی ۵۵ برس تھی کہ ½۱۰ برس کی خلافت کے بعد ۶۴۴ء ۲۳ھ میں شہید ہوئے۔

حَضرَتِ عُثمَان ۶۴۴ء ۲۳ھ میں مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ بَنِی اُمَیَّہ کے خاندان میں سے تھے اور مُحَمَّدٌ مُصطَفٰے صلعم کے داماد تھے۔ بہت سا حصہ روم کا اور شمالی افریقہ کے بہت سے ملک اور جزیرہ قُبرَسی اور اَندَلُس وغیرہ فتح ہوئے۔ فارس میں بھی بعض اضلاع خُراسَان، اصطخر طَبرِستَان، کِرمَان، سِجِستَان وغیرہ

فتح کئے۔ انہوں نے ۶۴۹ء ۲۹ھ میں قرآن کے سب نسخے جمع کر کے دوبارہ ترتیب کیا اور وہی آج تک جاری ہے۔ اسی سال میں فادس سے آگے بڑھے۔ اُدگنج وغیرہ بالکل فتح ہوا اور یزدجرد بادشاہِ فارس مرگیا۔ ۶۵۱ء ۳۱ھ میں نیشاپور، طخر خراسان۔ ہرات، سیستان، قہستان، مرو، طالیقان وغیرہ فتح ہوا۔

۶۴۷ء ۲۶ھ میں انہوں نے مسجد الحرام کے گرد پیش کی زمین خرید کر اُسے وسیع کیا۔ سندھ و ہند پر فوج کشی کرنے کے لئے پہلا بطور سفیر کے ابنِ حیلہ نام ایک شخص کو بھیجا۔ مگر وہ خدا جانے کس رستے آیا اور کن ملکوں میں پھرا کہ اُس نے ملک کی ویرانی، سرزمین کی خرابی اور ناپیداواری اہلِ ملک کی بیوفائی اور غداری اس طرح بیان کی کہ فوج کشی کا ارادہ بالکل موقوف رہا۔

مروان ان کا وزیر تھا۔

۶۵۶ء ۳۵ھ میں لوگ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں شہید کروادیا۔ یہ خلیفہ صاحبِ علم تھے اور اپنے دوستوں کے باب میں بہت فیاض تھے۔ اول پولیس کے طور پر سپاہی انہوں ہی نے مقرر کئے۔ مگر ہر کام میں نرم دلی اور خوف کرتے تھے۔ عمر ۷۵ برس اور خلافت ۶۵۶ء ۳۵ھ تک ۱۲ برس رہی۔

حضرتِ علی ۶۵۶ء ۳۵ھ میں مسندِ خلافت پر بیٹھے۔ بنی ہاشم کے خاندان سے تھے اور رشتے میں محمد مصطفیٰ ؐ کے چچیرے بھائی اور داماد بھی تھے۔ کُل خلفاء میں یہ اور اُن کے دو بیٹے ایسے خلیفہ ہوئے کہ جن کے ماں اور باپ دونوں ہاشمی تھے۔ حضرتِ علیؓ کی خلافت میں سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ خانہ اسلام ہی میں نزاع واقع ہوگیا۔ پہلے ہی برس میں بی بی عائشہ نے جو کہ محمد مصطفیٰ ؐ کی بی بی اور حضرتِ ابوبکرؓ کی بیٹی

تھیں، فوج کشی کر کے ہنگامہ قتال کو گرم کیا۔ پھر امیر معاویہؓ نے جو کہ امیہ کے خاندان سے تھے نشانِ خلافت بلند کیا۔ بہت سی خونریز لڑائیاں ہو کر معاویہ کی کامیابی پر مہموں کا خاتمہ ہُوا۔

۶۵۸ء ۳۸ھ میں حضرتِ علیؓ نے صلح منظور کر لی اور خانہ نشین ہو کر ۶۶۱ء ۴۰ھ میں کوفہ کی مسجد میں شہید ہوئے۔ ان کے عہد میں بھی فارس کا لشکر مکران اور بھرج اور کوہ پایہ سے ہو کر کیکان کے پہاڑ تک آیا۔ مگر اہلِ اسلام لڑ بھڑ کر پھر مکران میں جا ٹھیرے۔ یہ خلیفہ شجاعت اور ہمت اور فیاضی اور صاف دلی کے لئے ایک آئینہ تھے۔ عمر ۶۳ برس کی اور خلافت ۵ برس رہی۔

اُمویہ کے خاندان کی خلافت

یہاں سے اُمویہ کی خلافت قائم ہوئی جس میں ۱۴ خلیفہ ہوئے اور ۹۱ برس حکومت رہی

۶۶۱ء ۴۱ھ سے ۷۵۰ء ۱۳۲ھ تک
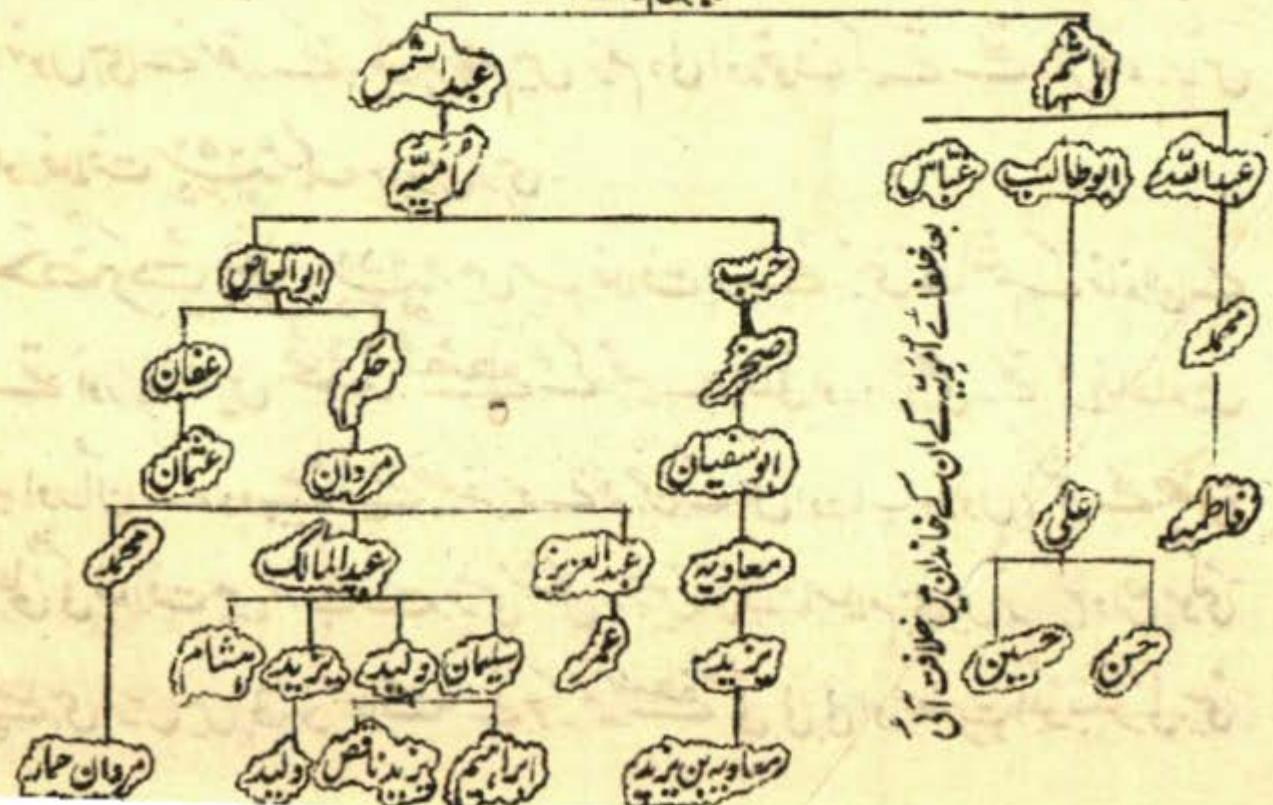
قَاسِمْ کے ساتھ خلیفہ کے خاصہ کا ایک منجنیق[1] تھا کہ عُرُوْسَکْ اس کا نام تھا اور اس
سے پتھر پھینکتے تھے۔ پانسو آدمی اُسے کھینچتے تھے اور جَعُوْبَۂ سَلْمیٰ اس کے نشانے
کا قدر انداز تھا۔ غرض دِیْبَلْ اور بعد اس کے نیرون (جسے اب حیدر آباد کہتے ہیں)
فتح ہوا۔ پھر سِیْھوَان کا قلعہ باوجود کمال استحکام کے ساتویں دن فتح ہوا۔ مُحَمَّدْ قَاسِمْ
اگرچہ ۱۷ برس کا نوجوان تھا مگر نہایت تدبیر سے چلا۔ مسلمان زمینداروں سے عُشْر
اور ہندوؤں سے زرِ مالگزاری بموجب رواج ملک کے وصول کیا۔ مندروں اور شوالوں
کی عام اجازت دیدی۔ اور یہ فَتْوٰی ہوگیا کہ جب غیر مذہب نے جزیہ ادا کیا تو پھر اس
کے ادائے رسوم میں مزاحمت نہ چاہئے۔ جو راجہ جزیہ قبول لیتا تھا اُس کا ملک بدستور
بحال رہتا تھا۔ برہمنوں اور پُجاریوں کے وظیفے ۳ روپیہ سینکڑے کے حساب سے
بموجب آئینِ قدیم کے بحال تھے۔ سوداگروں اور پیشہ ور لوگوں کے لئے وقت حملہ کے
کُشت و خون کے سوا امان تھی۔ شہر کے حلے میں فقط مقابلہ کرنے والے قتل ہوتے تھے
دوسری طرف کابُلْ کے رستہ مُلْتَانْ تک عمل اسلام پہنچ گیا۔ غرض اسی طرح تدبیر
اور شمشیر کے زور سے قَنُّوْجْ تک پہنچا۔ مگر ہندوستان سے جو عورتیں خلیفہ کے لئے
بھیجی گئی تھیں اُن میں سے ایک عورت کے بہکانے سے خلیفہ نے حکم بھیجا کہ قَاسِمْ
کو چاہئے اپنے تئیں کچی کھال میں سلوا کر یہاں حاضر ہو۔ وہ اس وقت مقام ادھاپور
پر تھا۔ فوراً تعمیلِ حکم کر کے روانہ ہوا اور دوسرے ہی دن دم گھٹ کر مر گیا۔ یہاں
تَمِیْم دوسرا حاکم آیا۔ ۳۶ برس تک بلاد مفتوحہ پر قابض رہا۔ مگر بنی اُمَیَّہ کی بربادی
اور قوت عباسیہ کے انقلاب سے ۷۵۰ء ۱۳۲ھ میں ہندوؤں نے پھر مسلمانوں کو نکال دیا۔

---

[1] شاید کسی قسم کی توپ ہو۔

۹۲ھ میں ملاطیہ شام کی طرف فتح ہوا۔ ۹۲ھ میں موز والوں میں سے
منحی اور طارق سپہ سالار نے ھسپانیہ یعنے اندلس پر قبضہ کیا اور اسی واسطے
مقام کا نام جبل الطارق (جبرالٹر) مشہور ہے۔ ۹۳ھ میں مغرب کی طرف
یورپ میں اور مشرق کی طرف ترکستان اور ایران اور ھند میں فتحیں حاصل کیں
ھ میں فرغانہ یعنے کوکان، شاش، تاشقند وغیرہ فتح ہوئے۔

اس کے عہد میں ۸۶ھ سے ۹۸ھ تک علوم و فنون خصوص علم عمارت کی
ترقی ہوئی اور سلطنت اسلام کمال رونق پر آئی۔ ۸۶ھ میں ایک مسجد عظیم الشان
دمشق میں بنوائی اور بے حساب روپیہ اس پر خرچ کیا۔ اسی طرح مسجد اقصیٰ کی
شان عمارت تعمیر کی اور مسجد نبوی کے بنوانے کے لئے حکم بھیجا۔ آخر ۹۶ھ
ت ہوا۔

حجاج ابن یوسف ثقفی

اس کا ظلم حاتم کی سخاوت سے کم مشہور نہیں ہے۔ عبد الملک کا وزیر صاحب امارت
کشر عراق، فارس پر حاکم بھی رہا۔ کعبہ کی تعمیر اسی کے اہتمام سے ہوئی ۸۴ھ
شہر واسط اور ۸۵ھ میں اردبیل آباد کیا۔ عرب میں کشتیوں پر رال کا روغن اسی
یا۔ اور صحرا نشین لوگوں کے ہاتھوں پر ان کے اور ان کی ولادت گاہ کے نام گدوائے۔
شخص تھا جس کے دربار عالیشان میں ہزار خوان کھانے کا اہل مجلس کے آگے چنا گیا
سقف قید خانہ اسی کا ایجاد ہے۔ اور مرد عورت سب کو ایک زنجیر میں اسی نے قید
عبد الملک کے عہد میں اس کے اقبال کا دور تھا۔ آخر ۹۵ھ میں ۵۴ برس کی عمر
سیا۔ کہتے ہیں کہ ناک اس کی پچکی ہوئی تھی اور آواز مہین تھی۔ مگر تیغ ظلم ایسی دراز تھی

کہ ایک لاکھ ۲۰ ہزار صحابی اور عام مسلمان قتل کئے۔

سُلیمان ابن عبد الملک

۹۵ھ ۷۱۵ء میں خلیفہ ہوا اور بلادِ ترکستان اور گرجستان وغیرہ میں کچھ کچھ فتحیں بھی حاصل ہوئیں۔ خراسان کی بغاوت کو دبایا۔ دوسری طرف جزیرہ صقلیہ کو فتح کیا۔ اس نے ۹۸ھ ۷۱۶ء میں رُوم پر لشکر بھیجا چنانچہ وہاں جاکر خیمے ڈال دیئے اور محاصرہ کرکے زراعت شروع کر دی اور اسی کا غلہ اٹھا کر کھایا۔ مخالف کو بہت تنگ کیا تھا کہ اس عرصے میں سُلیمان کے مرنے کی خبر پہنچی اور لشکر پھر آیا۔ مگر بہت سے جہاز اُن کے آتش یونانی یا بادِ مخالف سے تباہ ہوئے۔ یہ خلیفہ زیادہ تر اپنی پُرخوری سے نامور ہوا۔ چنانچہ ایک جلسے میں ۷۰ انار، ایک حلوان، ۶ مرغیاں اور قریب ۶ سیر کے طائف کے منقے کھا گیا اسی نے حدیث میں ایسی ہی عالیشان مسجد بنائی جیسے ولید نے دمشق میں بنائی خوبصورت جوان تھا اور اس پر اسے بھی ناز تھا۔ ایک دن دو تھیلے انجیر اور انڈوں کے بھرے ہوئے آئے، چنانچہ دونوں کے دونوں یکبارگی خالی کر دئے اور اسی دن بند ہیضہ ہو کر ۹۹ھ ۷۱۷ء میں فوت ہوا۔

عُمر ابن عبد العزیز

خلیفہ متوفی ایک وصیت نامہ لکھ گیا تھا اُس کے بموجب عُمر ابن عبد العزیز ابن مروان خلیفہ ہوا۔ لڑکپن میں خچر نے سر میں لات ماری تھی اس کے نشان کے سبب سے لوگ اس کو اشدح یعنے (سر پھٹا) کہتے تھے۔ اس خلیفہ کا مزاج اور طرح کا تھا۔ زاہدوں اور پارساؤں کی طرح گزران کرتا تھا چنانچہ استنبول پر جو لشکر گیا ہوا تھا

ہ سے بُلا لیا۔ کفایت شعاری اس کی اس حد تک پہنچی کہ لوگ اس کو بخیل سمجھتے تھے مسجدِ
نبوی کو وسیع کیا کہ حضرت کی بیبیوں کے گھر بھی اس میں شامل کر دئے کہ میدان مسجد
کا دو سو ہاتھ کا ہو گیا اور جو سامان پہلے ولید نے کیا تھا اتنا ہی اور زیادہ کیا۔
باغ فَدَک بنی فاطمہ کو دیدیا۔ اور امیر معاویہ کے وقت سے خلفائے
بنی اُمیّہ جو حضرت علی اور اُن کے طرفداروں پر خطبے میں لعن کرتے تھے، وہ بھی موقوف
کی۔ ایک اور بات سے ناراض ہوئے اور غلام سے ایک ہزار دینار کا لالچ دے کر
زہر دلوا دیا۔ چنانچہ اُس نے تنہا بلا کر پوچھا اور غلام نے قبول دیا۔ دینار تو بیت المال
میں بھجوا دئے اور کہا کہ جا چپکے سے کہیں بھاگ جا۔ لوگ دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے۔
۷۲۰ء ۱۰۱ھ تھی کہ دیرِ سمعان میں مر گیا۔

یزید ابن عبد الملک ابن مروان

۷۲۰ء ۱۰۱ھ میں خلیفہ ہوا اور ۷۲۴ء ۱۰۵ھ میں فوت ہوا۔ اور اب آفتاب ان کا اوجِ اقبال
سے ڈھلنے لگا۔ یزید نہایت عیّاش تھا آخر اپنی معشوقہ کے غم میں کہ جو اس کے قصور
سے فوت ہوئی تھی مر گیا۔

ہشام ابن عبد الملک

۷۲۴ء ۱۰۵ھ میں خلیفہ ہوا۔ اس کے عہد میں بلادِ روم کی طرف قیصریہ وغیرہ فتح
ہوئے۔ اور دوسری طرف کوچک ایشیا میں اور کچھ وسطِ ایشیا میں فتحیں اور معرکے
ہوئے۔ یہ خلیفہ اگرچہ عیاش تھا مگر تو بھی عقل و تدبیر سے خالی نہ تھا ۷۴۳ء ۱۲۵ھ میں فوت
ہوا۔ اس کے عہد میں زید ابن علی ابن حسین سے اہلِ کوفہ نے بیعت کی مگر
جب ہشام کی طرف سے فوج آئی تو ۵۰۰ آدمی سے زیادہ ساتھ نہ ہوئے اور آخر انہیں

شہید کیا۔ اسی کے عہد سے خاندانِ عَبَّاسِیَّہ کی سلسلہ جنبانی خُراسان کی طرف سے ہونے لگی اور اسلام کے فتحمندوں نے جو فرانس کے جگر میں جا کر نشان قائم کر دیا تھا اس کی ترقی یُورپ میں رُک گئی۔ چنانچہ چارلس مارٹل نے ۷۳۲ء/۱۱۴ھ میں شہر پیرس دار الخلافہ فرانس کے پاس تُورس[۵۱] پر اور ۷۳۶ء میں نار بُون کے قریب لشکرِ اسلام کو شکست دی۔

وَلِید ابنِ یَزِید ابنِ عَبدُ المَلِکؒ

۷۴۳ء/۱۲۵ھ میں خلیفہ ہُوا مگر باوجود فسق و فجور کے ایسا جاہل طبع تھا کہ قرآن اور خانۂ کعبہ کے ساتھ سخت ناروا بے ادبیاں کیں۔ سب لوگ خصوصاً اَہلِ حِمص اور اَہلِ فلسطین[۵۲] اس سے بگڑ گئے۔ اور آخر بغاوت کر کے ۷۴۴ء/۱۲۶ھ میں مار ڈالا۔

یَزِید نَاقِص (ابُو خَالِد ابنِ وَلِید)

۷۴۴ء/۱۲۶ھ میں خلیفہ ہُوا۔ فوج کی تنخواہیں بہت کاٹی تھیں اس لئے عام خلق اللہ سے یہ خطاب ملا۔ شاہ فرزند اس کی ماں پوتی یزدجرد کی تھی اور اس کے نانا کی ماں کسریٰ کی پوتی تھی اور اس کے پرنانا کی ماں خاقان کی بیٹی تھی اور اس کے نانا کی نانی قَیصرِ رُوم کی بیٹی تھی۔ سلطنت کی رشتہ داری پر خیال کرو کہ کہاں سے کہاں پُہنچی ہے۔ اور اُس نے ملک کے ارتباط اور اہلِ ملک کے انتفاع پر اس وقت کیا کیا اثر کئے ہونگے۔ اس کے عہد میں راگ رنگ اور شراب کا چرچا خلفا کے خاندان میں بہت ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس باب میں نصیحت کی۔ اور ۶ مہینے خلافت کر کے

---

۵۱ پیرس سے ۱۴۰ میل

۵۲ فلسطین (پیلسٹائن) شام کا جنوبی حصّہ ہے۔ اسی کو کنعان بھی کہتے تھے۔

۱۲۶ھ میں مرگیا۔

ابراھیم ابن ولید ابن عبد الملک

۱۲۶ھ میں بھائی کے بعد خلیفہ ہوا۔ مگر مروانِ حمار اس کے سوتیلے بھائی نے سرکشی کی۔ یہ بھاگ گیا اور خلافت سے دست بردار ہوکر خود مروان سے بیعت کرلی۔

مروان حمار

۱۲۷ھ میں خلیفہ ہوا۔ اسلام کی پیشقدمی اور بیرونی ترقی جو کئی برس سے رُکی ہوئی تھی، اس پر ایک اور نیا انقلاب پیدا ہوا۔ یعنی حضرت عباسؓ پیغمبر صاحب کے چچا کی اولاد میں سے سفاح نام ایک شخص نے ان کی قرابت کے حق سے خلافت کا دعویٰ کیا۔

خلافتِ عباسیّہ

دولت بنی امیّہ کا زوال اور آل عبّاس کا ظہورِ اقبال بھی قابل غور کرنے کے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی امیّہ کے حق میں خلافِ شرع باتوں کے ساتھ عیش و عشرت اور غفلت ان کی باعثِ خرابی ہوئی اور یہی سبب ہے کہ ابتدائے خلافت میں حضرت علیؑ اور اُن کا خاندان وہ نہ کرسکا جو آلِ عباس سے ہُوا۔ چنانچہ ابراھیم نے آلِ عباس میں سے نشان اُٹھایا اور ابراھیم امام مشہور ہوئے۔ وہ تو مروان کی قید میں مارے گئے۔ مگر اُنھوں نے ابومسلم کو جو گودرزِ گیلانی یا بزرجمہر کی اولاد سے ایک اولوالعزم

لہ حمار زبان عرب میں ایک صدی کو کہتے ہیں اور اس برس کو سنہ الحمار کہتے ہیں۔ چونکہ دمشق کے قبضے سے اس وقت تک حکومت بنی امیّہ کو سو برس ہوگئے تھے اس لئے اس کا لقب حمار ہوگیا۔

شخص تھا اپنا نائب کر کے خُراسان کی طرف روانہ کیا تھا کیونکہ وہاں کے لوگ بنی اُمیہ سے دلی مخالفت رکھتے تھے اور اکثر بنی ہاشم کے دوست تھے۔ ابُو مُسلم نے وہاں جاکر خوب جمعیت بہم پہنچائی۔ پختہ بندوبست سے لشکر کثیر جمع کیا اور عباسیہ کی طرف لوگوں کو مائل کیا اور خود نقیب آلِ محمد کا خطاب حاصل کر کے ۷۰ نقیب اور مقرر کئے اور اطراف میں بھیجے کل دوستداران آل عباس کے لئے سیاہ لباس مقرر کیا اور برابر خبر دوڑا دی کہ جہاں جہاں ہوں رمضان کے اخیر دن دفعۃً اُٹھ کھڑے ہوں۔

یہاں ابراہیم امام مرتے وقت سفّاح اپنے بھائی کو خلیفہ کر گئے۔ اُدھر ابو مُسلم بھی کامیاب ہوا اور دفعۃً الجزیرہ[۱] میں کہ فُرات اور دجلہ کے درمیان میں ہے، سفّاح کی خلافت کی منادی ہوگئی۔ اس نے محمد ابن علی اپنے چچا کو فوج دے کر حرّان کی طرف روانہ کیا۔ وہ ایران کے دفعِ فساد میں مصروف تھا اس طرف متوجہ ہو کر مقام ذاب پر آخری شکست کھائی اور مصر کو گیا۔ چند روز بھاگتا پھرا اور آخر گرفتار ہو کر ۷۴۹ء ۱۳۲ میں دریائے نیل کے کنارے مقام ذات السلاسل پر قتل ہوا اور بالاتفاق ٹھیر گیا کہ اُمیہ کے خاندان سے کوئی تخت نشین نہ ہو۔ ۷۰ سرگروہ بنی اُمیہ کے دمشق میں لاٹھیوں اور گرزوں سے محمد ابن علی کے سامنے ایک حمام میں مارے گئے۔ اور اسی وقت ان کی لاشوں پر بچھونا بچھا کر سب نے کھانا کھایا۔ بعد اس کے بھی جہاں جہاں ملتے تھے قتل ہوتے تھے۔ ایک شخص عبدالرحمٰن نام افریقہ کی طرف بھاگ گیا کہ جس سے اندلس میں پھر سلطنت اُمیہ کی قائم ہوئی اور ۱۰۳۱ء ۴۲۳ھ

---

[۱] الجزیرہ (میسوپوٹیمیا) عبرانی قدیم میں (ارم النہرین) ایک ہی ملک کا نام ہے۔ اس میں دیار بکر مشہور شہر ہے اس ملک کو اب عراق عرب بھی کہتے ہیں۔ اور قدیم بابل کا ملک بھی یہی ہے۔

تک خلفائے عبّاسیّہ سے آزاد اور قدم بقدم آگے گئے۔

عَبدُ اللہ اَبُو العبّاس سفّاح

عَبدُ اللہ اَبُو العبّاس جو کہ پانچویں پُشت میں حضرت عبّاس کا پوتا تھا کُل ممالک مفتوحۂ اسلام میں خلیفہ ہو گیا اور ان ملکوں کی دینی و دنیاوی سلطنت کے چتر نے اس کے سر پر سایہ ڈالا۔ لقب اس کا سفّاح ہوا کیونکہ طبیعت کا خونریز تھا۔ مگر جتنا خونریز تھا اُتنا ہی زرریز تھا۔ ۴ برس کی حکمرانی کے بعد ۱۳۶ھ ۷۵۴ء میں چیچک کے عارضے سے مر گیا اور منصور اپنے بھائی کو خلیفہ کر گیا۔ مگر چونکہ وہ خود بھی اور اکثر اُس کے ہمراہی بلادِ فارس و ترکستان میں بہت رہے تھے اس لئے بخیالِ مصلحتِ وقت عربوں کا زور گھٹانے کے لئے ترکوں کو دربار میں بہت دخل دیا۔ خرابی اس کی جو کچھ ہوئی عنقریب معلوم ہو گی۔

اَبُو جَعفَر مَنصُور دَوانیقی

۱۳۶ھ ۷۵۵ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ ہر معرکے میں بھائی کا دہنا ہاتھ رہا اور نہایت بہادر اور منتظم اور شائق علم و کمال کا تھا اسی واسطے اس کو فاتحۃ الخلفا لکھتے ہیں۔ اس نے ملک اور فوج کا خوب بندوبست کیا اور خزانہ جمع کیا۔ مگر یہ بھی مزاج کا سخت اور خونریز تھا اور علاوہ اس کے بخیل تھا۔ چنانچہ دانہ دانہ کا حساب لیتا تھا۔ اسی واسطے اس کو دَوانیقی کہتے تھے مگر اہل علم کے حلئے بخیل نہ تھا۔ لوگوں کو ادب آداب اور اطاعت کے رستوں پر لایا اور اس عقیدے پہ زور دیا کہ خلیفہ نائب خدا ہے۔ اس نے بہت سے علما کو اس شک سے مارا کہ وہ بنی اُمیّہ یا بنی فاطمہ کے خروج میں ساعی تھے۔ چنانچہ اِمام اَبُو حَنیفہ کو بھی اسی شبہ میں قید کیا اور کہتے ہیں کہ پھر زہر

دیا۔ اس وقت تک عبّاسی اور علوی لوگ ملے ہوئے تھے مگر مَنصُور نے اُن میں جُدائی ڈالی۔ اَبُو مُسلِم کو خیالِ ریاست سے بددماغ دیکھ کر قتل کرنا چاہا۔ چنانچہ اس نے ۳ ہزار آدمی کی جمعیت سے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔

سنہ ۷۶۲ء / ۱۴۵ھ میں محمد یعنے اِمام حَسَن ابنِ عَلیؓ کے پروتے نے دعویٰ خلافت کا کیا اور لڑائی میں قتل ہُوئے۔ ان کو نفسِ زکیّہ کہتے تھے۔ پھر ان کے بھائی نے لوگوں کو جمع کیا اور وَاسِط اور اَھوَاز وغیرہ پر قابض ہُوئے مگر وہ بھی قتل ہُوئے۔ سنہ ۷۶۳ء / ۱۴۶ھ میں جزیرہ قُبرِس وغیرہ فتح کئے اور فقط اَندَلُس عبد الرَّحمٰن اُموِی کے پاس رہ گیا۔ سنہ ۷۶۶ء / ۱۴۹ھ میں بَغدَاد کی تعمیر اور آبادی سے فارغ ہوا اور اُسے دارالخلافہ قرار دیا کہ اسی نواح میں نُوشِیروَان کا باغِ دَاد تھا یا بَغ بُت کا نام ہے اور داد بخشش ہے۔

سنہ ۷۶۷ء / ۱۵۰ھ میں خُراسان میں اَستادسِیس کی سرلشکری سے ایک بغاوتِ عظیم ہُوئی۔ اُسے دفع کیا اور سِندھ پر بھی حملہ کیا۔ سنہ ۷۷۱ء / ۱۵۴ھ میں بَیتُ المُقدّس کی زیارت کو گیا۔ چونکہ شائق علم و کمال کا تھا اور مقابلہ سلاطینِ یُورپ سے تھا، اس لئے علوم و فنون کی ترویج پر متوجہ ہُوا۔ مَنصُور کے شوقِ علمی سے بَغدَاد ایسا ہو گیا جیسے سِکَندَر کا اِسکَندَرِیّہ۔ اس کے شوق سے خاندان کے لوگ اور تمام اہلِ دربار عموماً و خصوصاً علم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ چنانچہ پہلے اس نے ایلچی بھیج کر قَیصَرِ رُوم سے ترجمے کتبِ علمیہ کے منگائے۔ وہاں سے کچھ اقلیدس اور بعض کتابیں فلسفہ کی آئیں۔ علماء یہاں کے انہیں پڑھ کر اور زیادہ مشتاق ہوئے۔ چنانچہ بہت سی کتابیں رُومی، فَارسی، سَنسکرت وغیرہ سے عَرَبی میں ترجمہ ہوئیں۔

اور مجسطیؔ اور کلیلہ دمنہ کا بھی ترجمہ ہوا۔ کتاب السیر والمغازی مرتب ہوئی اور یہ سلسلہ اسی کے عہد سے شروع ہوا کیونکہ اس وقت تک علما مسائل مذہبی و علمی یا حالات تاریخی جو کچھ تھے زبانی بیان کیا کرتے تھے یا کھال اور چھال اور پتوں پر متفرق تحریروں میں ہوتے تھے۔ اس کے وقت سے سب علوم کی تدوین شروع ہو گئی۔ چنانچہ ابن جریج، مکہ میں۔ امام مالک، مدینہ میں۔ اوزاعی، شام میں۔ ابن عروبہ اور حماد ابن سلمہ وغیرہ بصرہ میں، معمر، یمن میں سفیان ثوری صاحب تصوف کوفہ میں احادیث وغیرہ کی کتابیں لکھنے لگے۔ اسی کے وقت میں امام ابو حنیفہ کوفی نے فقہ کو رائے کے ساتھ ترکیب دیا۔ محمد ابن اسحاق نے کتاب السیر والمغازی سے تاریخ کا ڈھنگ نکالا۔ اسحاق ابن حسین وغیرہ علم ہیئت میں عیسیٰ ابن شہلانہ اور بختیشوع وغیرہ طب میں۔ اور علیٰ ہذا القیاس ہر علم میں تصنیفیں ہونے لگیں کہ اشارہ ان کا ہر ایک علم کی ذیل میں کیا جائے گا۔ خلفائے اسلام میں سے اول اسی نے نجومیوں کے قول پر عمل کیا اور اپنے غلاموں کو کہ اکثر عجم تھے، خدمتیں اور حکومتیں دے کر عرب پر مقدم کیا کہ انجام اس کا نہایت برا ہوا۔ دولت فارس کی شان و شوکت عرب میں دکھائی۔ بہت لمبی لمبی ٹوپیاں بنا کر دربار میں پہنائیں کہ اندر اس کے نرسل وغیرہ اور اوپر سیلہ کپڑا ہوتا تھا۔ چنانچہ شاعروں نے اس مضمون کو اشعار میں باندھا۔ آخر ۱۵۸ھ میں منصور فوت ہوا۔

بطلیموس یونانی نے علم ہیئت میں ایک کتاب تصنیف کی کہ بباعث عظمت اور کثرت فواید کے یونان میں اس کا نام میجسٹی تن ٹینس مشہور ہوا۔ جب کتاب مذکور عربی زبان میں آئی تو مجسطی مشہور ہوئی۔

اَبُو عَبدُ اللہ مُحَمَّد ابن مَنصُور المَھدِی

مَھدِی ۱۵۸ھ میں باپ کے بعد خلیفہ ہُوا۔ مذہبی ردّ و قدح کی کتاب پہلے اس

اس نے لکھوائی کہ زندیقوں کی تردید میں تھی۔ ۱۶۰ھ میں اس کے عہد میں دَلدِیل (دیول

یا ٹھٹھہ ہندوستان کی طرف فتح ہُوا۔ مَھدِی نے رُوم کے جہاد پر اپنے بیٹے ہَارُون

کو سپہ سالار کر کے بھیجا۔ اگرچہ وہ ابھی صغیر سن تھا مگر لڑتا بھڑتا اور فتحیں حاصل کرتا خلیج

قسطنطنیہ تک پہنچا اور اس لڑائی میں اس قدر لوٹ ہاتھ آئی کہ گھوڑا ایک ایک درہم

کو بک گیا۔ ۱۶۶ھ میں مَھدِی نے حکم دیا کہ ھَادِی کے بعد ھَارُون خلیفہ ہو۔ کَعبَہ

پر گرانبہا پوششیں بہت کثرت سے ہوگئیں۔ مجاوروں نے آکر فریاد کی کہ ایسا نہ ہو بدوی

عرب آکر اُسے لُوٹ لے جائیں اور کَعبَہ مسمار ہو جائے۔ اُس نے حکم دیا کہ سوائے

ہماری چڑھائی ہوئی پوشش کے اور سب اُتار لو۔ اوّل اوّل مھدی بھی مَنصُور کی

طرح پردے میں رہتا تھا تاکہ رعبِ شاہانہ زیادہ ہو۔ مگر پھر عام دربار کرنے لگا۔ ارکانِ دولت

نے سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ تم لوگوں کے دیکھنے میں زیادہ لطف ہے۔ مگر شاہانہ

شان و شوکت اس نے بہت بڑھائی۔ مکّہ میں پہلے برف اسی کے واسطے پہنچی ۱۶۱ھ

میں بَغدَاد اور مَکَّہ کے رستے میں جا بجا عمارتیں اور تالاب بنوائے۔ مسجدوں میں سے

مقصورے موقوف کئے۔ اور ممبر اتنے مختصر کر دئے کہ جتنے پیغمبر صاحب کے عہد میں تھے

مَدِینَہ، یَمَن، مَکَّہ، بَغدَاد کے رستوں میں اونٹوں اور خچّروں کی ڈاک بٹھائی۔

مسجد الحرام کے گرد و پیش کے گھر ملا کر اُسے وسیع کیا۔ آخر ۱۶۹ھ میں فوت ہُوا۔

عِبرَة ۔ شَرِیک نام ایک عالم کو اس نے بُلا کر کہا کہ یا تو قضا کی خدمت اختیار

کرو یا میرے بچوں کو تعلیم کرو یا میرے ساتھ ایک نوالہ کھانے کا کھالو۔ وہ سوچ کر بولا

کہ خیر ایک نوالہ کھا لینا آسان ہے۔ غرض جب دستر خوان شاہانہ بچھا تو وہ کھاتا جاتا تھا۔ اور باورچی کو برا بھلا کہتا جاتا تھا۔ انجام یہ ہوا کہ کھانے سے لڑکوں کی تعلیم بھی کروائی اور قاضی بھی ہوئے۔

ہادی ابنِ مہدی

۷۸۵ء ۱۶۹ھ میں خلیفہ ہوا۔ یہ پہلا خلیفہ ہے جس کی اردلی میں سپاہی ننگی تلواریں لیکر چلے۔ اس کو اَطبِق کہتے تھے۔ سبب اس کا یہ تھا کہ بچپن میں اس کے ہونٹ کھلے رہتے تھے۔ مہدی نے ایک نوکر کو تعینات کیا کہ جب اس کے ہونٹ کھلے ہوتے تھے وہ کہتا تھا کہ اَطبِق یعنے ہونٹ بند کر۔ اس سبب سے اس کا لقب اَطبِق ہو گیا۔ یہ خلیفہ شان و شوکتِ خلافت کو نہ سنبھال سکا۔ مگر باوجود اس کے فصیح اور ادیب اور رعب داب والا تھا۔ ایک دفعہ جرجان سے بغداد تک گھوڑے کی ڈاک میں برابر سوار آیا۔ آخر سوا برس کی خلافت کے بعد ۷۸۶ء ۱۷۰ھ میں مرگیا۔ مگر کہتے ہیں کہ وہ رشید کو مارنا چاہتا تھا۔ ماں نے اُسی کو زہر دلوا دیا۔

ہارون الرشید

۷۸۶ء ۱۷۰ھ میں بڑی دھوم دھام سے اُس کا نشانِ خلافت علم ہوا اس کو واسطۃ العقد کہتے ہیں۔ کیونکہ واسطہ عرب کے محاورے میں آویزے کو کہتے ہیں جو ہار کے وسط میں ہوتا ہے۔ عجب اتفاق ہے کہ جس رات ہادی خلیفہ مرا یہ خلیفہ ہوا اور مامون اس کے گھر میں پیدا ہوا کہ وہ بھی خلیفہ ہوا۔ رشید نے اہلِ یونان کو خراج گزار کیا۔ ۸۰۵ء ۱۸۹ھ میں سرزمین روم میں ہرقلہ فتح کرکے جا بجا پھیلا دیا۔ ۸۰۶ء ۱۹۰ھ میں صقلیہ[1] کا قلعہ فتح ہوا۔ قبرس کو فتح کیا

---

[1] اسے کتب انگریزی میں جزیرہ سسلی لکھتے ہیں۔

اور منہدم کر کے آگ لگا دی۔ ۱۶ ہزار آدمی بندی میں آئے۔ ۸۰۸ء ۱۹۲ھ میں خراسان کا دورہ کیا اس کے علاوہ وہ خود بھی بہادر تھا۔ ۷۸۱ء ۱۶۵ھ میں نوجوان لڑکا تھا کہ خود فوج لے کر رُوم پر گیا اور فتح کرتا ہوا خلیج قُسطنطِنیّہ کے پاس تک پہنچ گیا۔ اس نے اوّل مُحَمَّد اپنے بیٹے کے لئے بیعت ولیعہدی کی لے کر اُسے اَمِین خطاب دیا۔ پھر عَبدُ اللہ، دوسرے بیٹے کے لئے بیعت لے کر مَامُون خطاب دیا۔ اور ممالکِ فَارِس اور خُرَاسَان اسے دِئے۔ پھر قَاسِم کے لئے بیعت لے کر مُؤتَمِن خطاب دیا اور جزایر اور حدود اس کے سپرد کیں۔ اس وصیّت نامے کی نقل کعبہ میں آویزاں کر دی اور مُعتَصِم کو اُمّی ہونے کے سبب سے بالکل محروم کیا۔ مگر خُدا کی قُدرت کہ سلطنت و خلافت پھر اُسی کے حصے میں آئی اور آخر تک اُسی کی اولاد میں رہی۔ ۷۸۶ء ۱۷۰ھ میں فَرَج خادم کے اہتمام شہر طرسُوس آباد کیا اور مَصِیصَہ اور مَرْعَش بسایا۔ الغرض علم و کمال نے اس کے عہد میں بہت ترقی کی۔ اہلِ علم کے جلسے کمیٹیوں کے طور پر ہوتے تھے۔ اور تصنیفات کا زور شور تھا۔ اَلف لَیلَہ کی تالیف اس کے عہد میں شروع ہوئی اور گھٹنا ۔۔ ۳ رات تک پہنچی۔ بَغداد اور کُوفَہ اور اِسکَندَرِیّہ میں علوم جمہوری کے مدرسے قائم ہوئے۔ حقیقت میں یہ عہد دولتِ اسلامیہ کے عین اوجِ اقبال اور ترقیِ سلطنت کا وقت تھا کہ خلیفہ اور اُس کے ارکین جامع خلافت و سلطنت تھے۔ بادشاہوں سے بے تکلّف آمد و رفت اور ارتباط تھا۔ یَھُودِی، عِیسَائی پارسی، ہِندُو عالم دربار میں موجود تھے۔ شاہانِ یُورپ سے براہ رسم شاہانہ خط و کتابت تھی۔ شَارلِیمین شہنشاہِ فرانس کو جو تحفہ ہائے شاہانہ بھیجے ان میں ایک

۵؎ شارل یعنی چارلس، مین بمعنی اعظم شہنشاہ جرمن و فرانس تھا کہ اس سے ہارون رشید کا بہت ارتباط تھا۔

گھڑی بھی تھی۔ تجارت کی آمد و رفت کا بڑا خیال تھا۔ چنانچہ اس نے بحرِ روم اور بحرِ قلزم میں آمد و رفت کھولنی چاہی تھی۔ مگر جعفر برمکی وزیر[1] نے کہا کہ اہلِ روم جہاز میں گھس آئیں گے اور کعبہ میں سے نمازیوں تک کو اُٹھا لے جائیں گے۔ اس لئے یہ ارادہ موقوف رہا۔ ایرینی ملکہ روم کی سرکش ہو گئی تھی اس لئے لشکر کشی کی اور اس لڑائی کے لئے جہاز بھی تیار ہوئے۔ چنانچہ خلیفہ کا لشکر فتحیاب ہُوا۔ بعد اس کے پھر بھی اکثر لڑائیاں اور فتحیں حاصل ہوتی رہیں۔ ۱۸۷ ہجری ۸۰۳ء میں نیکوفورس یعنے یقفور بادشاہِ روم نے نامہ لکھا کہ عقلِ زنانہ کے سبب سے ملکہ سابقہ نے جو کچھ کیا سو کیا، اب خلیفہ کو چاہئے کہ جو جو کچھ خراج میں لیا ہے سب واپس کر دے۔ رشید نے جب یہ خط پڑھا تو ایسا آگ بگولا ہُوا کہ کوئی اس وقت آنکھ سامنے نہ کر سکتا تھا۔ جتنے مصاحب بیٹھے تھے سب اِدھر اُدھر ٹل گئے اور وزیر کی بھی عقل گم ہو گئی۔ رشید نے خط کی پشت پر جو کچھ اپنے قلم سے لکھا، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ہم نے تمہارا خط پڑھا جواب اس کا تم نہ سُنو گے بلکہ دیکھ لو گے۔ چنانچہ اسی وقت سوار ہوا اور فتح نمایاں حاصل کی۔ مگر چند روز کے بعد یقفور پھر سرکش ہُوا۔ چنانچہ جب یہ خبر آئی تو مارے ڈر کے کوئی شخص رشید سے کہہ نہ سکتا تھا۔ آخر عبداللہ ابن یوسف شاعر نے ایک طور سے دو شعروں میں مطلب ادا کیا۔ غرض رشید نے زور شور سے فوج کشی کی اور اس قدر جی توڑ کر لڑا کہ قلعے کے صحن میں اُونٹ جا بٹھایا۔

باوجود اس کے عیش و عشرت سے بھی دل خوش کرتا تھا۔ اگرچہ پہلا مُغنّی اسلام

---

[1] وِزر عربی میں بوجھ کو کہتے ہیں۔ چونکہ تمام سلطنت کا بوجھ اس نے اُٹھا لیا تھا اس لئے جعفر کو وزیر کا خطاب ملا اور پھر یہ لفظ عام ہو گیا۔

میں طوس ہوا۔ مگر اس کے دربار میں ابراہیم موصلی بڑا ماہر علمِ موسیقی کا تھا۔ خلفا میں
اوّل اسی خلیفہ نے چوگان کھیلا اور آویزاں نشانہ پر شرط باندھ کر تیر اندازی کی اور شطرنج بھی
کھیلی۔ اور گویّوں کے لئے مراتب اور طبقے مقرر کئے۔ (دیکھو بیان علم موسیقی) آخر ۸۰۹ء ۱۹۳ھ
میں فوت ہوا اور کہتے ہیں کہ بختیشوع طبیب نے معالجہ میں غلطی کی۔ مگر اس نے اپنے
ایک رازدان سے یہ بھی کہا تھا کہ میرے بیٹوں نے مجھ پر لوگ لگا رکھے ہیں کہ وُہی میرے
ندیم بنے ہوئے ہیں جن میں مسرور، مامون کا ہے اور بختیشوع، امین کا۔ اسی طرح
مؤتمن وغیرہ

خاندان برامکہ کی تباہی بھی اس کے عہد میں قابلِ یادداشت ہے۔

واضح ہو کہ ۷۴۷ء ۱۳۰ھ کے قریب برمک نام ایک ترک بچے نے بلخ سے آکر سفّاح کے
پاس حسنِ خدمت سے وزارت تک نوبت پہنچائی۔ اس کا بیٹا خالد اور اس کا بیٹا یحییٰ
اور اس کا بیٹا جعفر کئی پشت تک خاندانِ عباسیہ میں اس قدر صاحبِ اقتدار رہے
کہ اندازۂ عقل سے خارج ہے۔ ۸۰۳ء ۱۸۷ھ میں رشید نے کسی حرکتِ ناشائستہ کے
دھوکے سے جعفر برمکی سے ناراض ہو کر اس کے تمام خاندان کو نیست و نابود کر دیا۔
اور پھر اپنی غلطی پر بہت پشیمان ہوا۔ جعفر وزیر کے محاسنِ تدبیر اور قوانین ملکداری ایسے
وقت میں قابلِ تعریف ہیں۔ فنِ ادب اور انشا میں وحیدِ عصر تھا۔ ترویجِ علوم و فنون کا نہایت
شائق تھا۔ جو کچھ سامان تصنیف و اہلِ تالیف کا منصور اور ہارون کے وقت میں جمع ہوا
اسی خاندان کے حسنِ تدبیر میں سمجھنا چاہیئے۔ چونکہ کھوٹے دیناروں کو خالص کر کے اس نے
رواج دیا۔ اس لئے زرِ جعفری بمعنے زرِ خالص اب تک عرب میں مشہور ہے اور زرِ جعفری
اصطلاح فارس کی ہے۔ اس خاندان کی سخاوت اور جود و کرم افسانوں کی طرح کتابوں میں

یادگار ہیں۔ اگرچہ سب کا درج کرنا اس کتاب کی حیثیت سے زیادہ ہے مگر ایک نکتہ نمونے کے طور پر لکھا جاتا ہے کہ جعفرؒ وزیر اور حاکمِ مصر میں کچھ شکر رنجی آگئی تھی۔ ایک شخص اس معاملے سے بے خبر جعفرؒ کی طرف سے جعلی خط سفارش کا بنا کر وہاں پہنچا۔ اُس نے متعجب ہو کر عزّت و حرمت سے مہمان کیا۔ مگر خط کو جو دیکھا تو مشتبہ معلوم ہُوا اس لئے جعفرؒ کا وکیل جو وہاں رہتا تھا، اُسے دیا۔ وکیل نے اصل خط جعفرؒ کو بھیج کر حال دریافت کیا۔ جعفرؒ بھی دیکھ کر حیران ہُوا اور حاضرین سے پوچھا کہ اسے کیا سزا دینی چاہیئے۔ کسی نے قتل کو، کسی نے ہاتھ کاٹنے کو، کسی نے مار باندھ کر چھوڑ دینے کو کہا۔ جعفرؒ نے کہا کہ حیف ہے تم میں ایک آدمی بھی صاحب مروّت نہیں۔ دیکھو مجھ میں اور حاکمِ مصر میں مدت سے بگاڑ تھا اور ہم دونوں چاہتے تھے کہ صفائی ہو جائے مگر خود رجوع کرتے ہُوئے طرفین میں سے ہر شخص شرماتا تھا۔ خدا نے اس کی بدولت صلح عطا کی۔ ایسے وکیل کا احسانمند ہو کر جو کچھ انعام شکریئے میں دیا جائے کم ہے تم ایسی ایسی سزائیں تجویز کرتے ہو؟ اُسی وقت کاغذ مذکور اُٹھا کر پُشت پر لکھا کہ سبحان اللہ یہ تو خاص میرا خط ہے، تمہیں اس میں شک کیونکر ہُوا۔ یہ میرا بڑا دوست ہے۔ جو کچھ اس پر احسان کرو گے مجھ پر احسان ہو گا۔ چنانچہ حاکم مذکور نے بہت غنیمت سمجھا اور بہت سامال اور تحائف دے کر بغداد کو رخصت کیا۔ جب وہ یہاں پہنچا تو مارے ڈر کے پاؤں پر گر کر رونے لگا۔ جعفرؒ نے کہا کہ بھائی تم کون ہو؟ اُس نے کہا کہ آپ کا چور۔ جھوٹا، جعل ساز۔ جعفرؒ نے اُسے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ کیا ہاتھ آیا؟ اُس نے کہا ۱۰۰ × ۱۰۰۰ دینار۔ جعفرؒ نے کہا کہ چند روز ہمارے پاس رہو تاکہ اُتنا ہی اور ہو جائے۔ چنانچہ چند روز رکھ کر رخصت کر دیا۔

کچھ کم ۷۰ برس کی۔ یہ بھی واضح ہُوا کہ جَعفَر کا دادا خَالِد حقیقت میں بَرمَکْ کا بیٹا نہ تھا
لَبَرِیْ کی روایت ہے کہ سنہ ۸۶ھ میں قُتَیبَہ بن مُسْلِم، بَلخ میں آیا تو قیدیوں میں ایک
عورت آئی کہ عَبدُ اللّٰہ ابْنِ مُسْلِمْ نے اسے اپنے پاس رکھا۔ اخیر کو صلح ہوئی تو
قیدی واپس ہوئے۔ زنِ مذکور نے کہا کہ اے عرب مجھے تیرا حمل رہ گیا ہے وہ عورت
بَرمَکْ حکیم کی بیوی تھی۔ عبد اللّٰہ نے اُسے بُرمُکْ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ بیٹا
ہو تو ہمارا ہوگا۔ چنانچہ اس سے خَالِدْ بَرمَکْ پیدا ہُوا۔ جب مہدی عباسی اِدھر آیا تو
اُس عورت نے یہ بچہ اُسے لاکر دیا۔ مہدی بغداد میں لے آیا۔

مُحَمَّد اَبُو عَبدُ اللّٰہ اَمِین اِبنُ الرَّشِید

۸۰۹ء (۱۹۳ھ) میں خلیفہ ہُوا۔ اگرچہ نہایت حسین اور فصیح تھا مگر بے تدبیر اور عیاش اور
فضول خرچ تھا۔ پہلا حکم اس کا یہ ہُوا کہ قصر مَنصُوریَہ کے نیچے چوگان بازی کا میدان
تیار ہو۔ قَاسِم اور مَامُون دونوں بھائیوں سے نزاع ڈال دی ہر چند روز تو اَمِین
اور مَامُون دونوں کا نام خطبے میں پڑھا گیا۔ مگر پھر باپ کے وصیت نامے کو کعبہ سے
منگا کر پھاڑ ڈالا اور ۴۰ ہزار کا لشکر عَلیِ ابن عِیسیٰ کو دے کر بڑی دھوم دھام سے
روانہ کیا۔ چنانچہ اس میں چاندی کی بیڑیاں بھی مَامُون کے لئے ساتھ تھیں مامون
نے بھی طَاہِر ذُوالیَمِینَین کو ۴ ہزار کی جمعیت سے مقابلے پر بھیجا اور فتحیاب ہوا آخر بغداد کا محاصرہ ہُوا۔
منجنیقوں سے دارالسّلام کی دیواریں سلامت نہ رہیں اور اہلِ شہر پر نہایت سختی گزری
چنانچہ شاعروں نے اس پر مرثیے نظم کئے۔ ۱۵ مہینے کے بعد تمام ارکانِ دولت حریف
سے جا ملے۔ آخر ۸۱۳ء (۱۹۸ھ) میں گرفتار ہوتے ہی قتل ہو گیا کہ مامون کو بھی اس کا افسوس
رہا۔ اَمِین نے پانچ برس کی سلطنت میں لہو و لعب اور عیش و عشرت کے سوا کچھ نہ کیا

ہ کشتیاں، شیر، ہاتھی، عقاب، سانپ، گھوڑے کی صورت کی بنوائیں تھیں کہ ان میں بیٹھ کر عالمِ آب کا تماشا دیکھا کرتا تھا۔

عَبْدُ اللہ اَبُو العَبَّاس مَامُون ابْن الرَّشِید

مَامُون ۸۱۳ء ۱۹۸ھ میں خلیفہ ہُوا۔ یہ خلیفہ دولت وعظمت اور سخاوت میں مشہور تھا۔ اس نے سیہ پوشی کی جگہ سبز پوشی کا حکم دیا کہ یہ بنی فاطمہ کا لباس تھا۔ اس پر آلِ عَبَّاس میں فساد ہوا۔ اور آخر سیہ پوشی ہی قائم کرنی پڑی۔ اس کے علاوہ قرآن کے مخلوق ہونے کے مسئلے میں بھی اختلاف شروع ہُوا۔ ۸۲۹ء ۲۱۴ھ میں روم کے بادشاہ سے ایک نئی بنیاد پر لڑائی شروع ہوئی۔ یعنی ایک فاضل علوم ریاضی کا دربار روم میں تھا۔ مَامُون نے اُسے بُلایا۔ نِقفُور بادشاہ نے روکا۔ اس پر لڑائی قائم ہوگئی۔ اُس وقت خلیفہ فتحیاب ہُوا، مگر چند روز بعد یُونان نے کئی فتحیں حاصل کیں۔ جس سے نِقفُور کا دل بڑھ گیا اور لڑائی پر کمر باندھی کہ مُعتَصِم کے عہد میں پھر اس کا ظہور ہُوا۔ سلطنت کی شان وشوکت نے اس عہد میں رشید سے بھی زیادہ ترقی کی۔ چنانچہ جب ۸۲۴ء ۲۰۹ھ میں بُوران بنتِ حَسَن ابن سَہل سے اپنی شادی کی تو ہزارہا مشک وعنبر کی گولیوں میں کاغذ کے پرچے لپٹے ہوئے تھے کہ زرِ نقد اور لونڈی غلام اور گھوڑوں اور اِملاک اور جاگیروں کی چِٹھیاں اُن پر لکھی ہوئی تھیں، وہ گولیاں نثار میں پھینکیں اور جس کے ہاتھ میں جو گولی آئی اُس کی چِٹھی کی چیز اُسے ملی۔

اس نے بھی مختلف ولایتوں سے اہلِ کمال کو جمع کر کے علوم حکمی اور ریاضی وغیرہ فنونِ علمی وعملی کی طرف حوصلۂ شاہانہ سے توجہ کی۔ جزیرۂ قُبرُس سے بھی بہت سی کتابیں فلسفہ اور حکمتِ یونانی کی ہاتھ آئیں اور اپنے ایلچی شاہانِ یُورپ کے پاس بھیج کر

یونانی و رُومی کتابوں کے ترجمے اور نقلیں منگائیں۔ بلکہ اپنے مترجم بھی بھیجے۔ چنانچہ بہت کچھ سامان جمع ہُوا۔ اسلام کے علمانے ان علوم میں ایسے کمال پیدا کئے کہ معلّمِ اوّل کی رائے میں ردّ و قبول سے دخل و تصرّف کئے اور خود بھی کتابیں تصنیف کیں۔ چنانچہ جن جن علموں میں ان کی کوششوں نے جوہر دکھلائے اُن علوم کے ذکر میں اشارہ کیا جائے گا۔ مَامُون نے پہلے دیبائے سفید کی پوشش کَعْبَۃ پر چڑھائی۔ (محمود غزنوی نے زرد پوشش بھی چڑھائی تھی)

مَامُون کا قول تھا کہ عقلوں کی لڑائی دیکھنے سے زیادہ کوئی تماشا دُنیا میں نہیں۔

اس کے زمانے میں آلِ عَبّاس کی مردم شماری ہوئی تو معلوم ہُوا کہ ۳۰ ہزار ۳ تھے۔ ۸۲۸ء ۲۱۳ھ میں جَزِیرَۂ صقلیہ اُغْلَبی خاندان کے ذریعے سے پھر تحت میں آیا۔

اس کے عہد میں تُرکی غلام زیادہ تر عہدے پانے لگے۔ طَاہر کو ملکِ خُراسان بالاستقلال عنایت کیا جس سے انجام کو خاندانِ طَاہر کی سلطنت قائم ہُوئی۔ اور بعض بعض ملکوں کے حاکم اپنے اپنے دلوں میں خیالِ خود سری کرنے لگے۔ ۸۳۳ء ۲۱۸ھ میں ایک دن کھجوریں اس کثرت سے کھائیں کہ دفعۃً انتقال ہوگیا۔

مَامُون بخلاف خلفائے گزشتہ کے بَنی فَاطِمَہ سے بہت مالوف تھا اور اُن پر احسان و انعام کرتا رہتا تھا۔ بلکہ اپنے بعد بھی رعایت کے لئے وصیّت کر گیا۔ اس وقت تک کُل اہلِ اسلام پر خلفا کی دینی اور دُنیاوی ہیبت اور سلطنت کا جاہ و جلال برقرار تھا۔

لَطِیفَہ مَامُون کو شطرنج کا بہت شوق تھا۔ کہتا تھا کہ اس سے عقل بہت تیز ہوتی ہے۔ مگر باوجود اس کے اچھی نہ کھیلتا تھا۔ وہ خود کہا کرتا تھا کہ عرصۂ عالم کا بندوبست

کرتا ہوں مگر دو بالشت کپڑے کا بندوبست نہیں کر سکتا۔

تحقیق: وہاں کے لوگ اُس وقت شطرنج کو شاہ مات کہتے تھے پس یہ کھیل وہاں سے بلادِ یورپ اور انگلینڈ میں گیا ہے۔ چنانچہ انگریزی میں اسے چکمیٹ کہتے ہیں جو کہ مبدّل شاہ مات کا ہے۔ اور فرنچ اور جرمن وغیرہ زبانوں میں بھی اسی کے قریب قریب الفاظ استعمال میں ہیں۔

مُعتَصِم باللہ ابو اسحٰق محمد ابن الرشید

۸۳۳ء / ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہُوا۔ بہادری کے ساتھ نہایت قوی ہیکل اور زور آور تھا۔ اس نے ترک بچے غلاموں کو بہت قوت دی۔ خود بھی ترکوں سے بہت شوق تھا۔ انہیں کی بولی بولتا تھا اور وہی چال چلن تھا۔ قریب ۱۰ ہزار کے غلام تھے کہ حکومتوں اور خدمتوں پر مامور تھے۔ بہت سے غلام سمرقند اور فرغانہ سے منگائے۔ تمام خلعت شاہانہ اور سونے کی پیٹیاں باندھے بازاروں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے اور لوگوں کو آزار دیتے تھے کہ شہر تنگ ہو گیا۔ آخر سب نے فریاد کی کہ اگر خلیفہ اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے نہ نکل جائے گا تو ہم جادو کے زور سے لڑیں گے۔ تب مُعتَصِم نے شہر فاطول کے پاس ۸۳۵ء / ۲۲۰ھ میں شہر سُرّمن رائے آباد کیا کہ مختصر ہو کر سامرہ مشہور ہو گیا۔

قیصر پر فوج کشی کی اور زبطرہ جو قیصر نے لے لیا تھا اُسے چھڑا کر عموریہ کو فتح کیا۔ قیصر نے جبکہ عموریہ کو فتح کر کے لوگوں کو قید کیا تو ایک علویہ عورت نے مصیبت زدہ ہو کر پکارا کہ وامعتصماہ۔ سپاہی ہنس کر بولا کہ آتا ہے ابلق گھوڑے پر سوار۔ اتفاقاً یہ خبر مُعتَصِم کو بھی پہنچی جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اور

بگ ٹٹ وہاں تک جاکر فتح پائی اور اس بُڑھیا کو تلاش کرکے قید سے چھڑایا۔ کہتے ہیں
کہ اِس لشکر میں ایک لاکھ تیس ہزار سوار تھے اور سب کی سواری میں ابلق ہی گھوڑے
تھے۔ جب فتح پا چکا تو پھر اپنے معمولی جلسے میں بیٹھا اور کہا کہ اب عیش و عشرت
نے مزا دیا۔

حَیدَر ابنِ کاؤُس مَاوَرَاءُ النّہر کے ایک خاندانی تُرک کو افشین خطاب دیکر
سپہ سالار کیا۔ اس کی اور سرداروں سے ناچاقی رہتی تھی چنانچہ اس سبب سے
اکثر فساد رہا آخر مُعتَصِم نے سے قید کرکے زہر سے مار ڈالا۔

اس کے عہد تک سوائے اَندَلُس کے اور سب ممالک مقبوضہ بظاہر تابع تھے۔
اَندَلُس کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا کہ ملکِ عدم سے پیغامِ طلب آیا۔ ہزار اشرفی روز
صرف اُس کے کھانے کا صَرف تھا۔ ایک عالیشان محل میدان بَغدَاد میں بنایا۔
اور آپ ہی ویران کر دیا۔ عُجَیبؔ نام ایک غلام ترک کی تعریف میں شعر کہتا تھا
اور کہواتا تھا۔ آخر ۲۲۷ھ/۸۴۱ء میں مر گیا۔

وَاثِق بِاللہِ

باپ کے بعد ۲۲۷ھ/۸۴۱ء میں خلیفہ ہُوا اور ۲۳۲ھ/۸۴۶ء میں مر گیا۔

اَلْمُتَوَکِّل عَلَی اللہ

وَاثِق کا بیٹا خورد سال تھا۔ وَصِیف غلام ترک نے مُتَوَکِّل مُعتَصِم
کے بھائی کو خلیفہ کیا۔ اس کی بے تدبیری سے سلطنت زیادہ ضعیف ہو گئی۔ رُوم
کی فوج آئی اور دِمیاط تک لُوٹ مار کرکے دریا کی راہ چلی گئی۔

اس کی ۴ ہزار بیبیاں اور حرم لونڈیاں تھیں۔ ایک دن اِبنِ سِکّیت اس کے

بیٹوں کو کہ حسَنؓ اور حُسینؓ ان کا نام تھا، پڑھا رہا تھا، اس نے پوچھا کہ تیرے نزدیک ان میں حسَنؓ اچھا ہے یا حُسینؓ؟ اس نے کہا قنبرؓ غلام[۱]۔ مُتوکِّل نے خفا ہو کر اس کی زبان نکلوا ڈالی، یا غلاموں سے پامال کروا دیا۔ چونکہ ترک بہت زور پکڑ گئے تھے۔ اس لئے رفتہ رفتہ مختلف باتوں پر ناراض ہو کر مُنتصِرؔ اپنے بیٹے کی ترغیب سے ۲۴۷ھ ۸۶۱ء میں قتل ہُوا۔

اَلمُنتَصِرُ بِاللّٰہِ اَبُوجعفر مُحمّد ابن مُتوکِّل

۲۴۷ھ ۸۶۱ء میں تخت نشین ہُوا۔ بہت حلیم اور نیک اخلاق تھا۔ برخلاف باپ کے بنی فاطمہؓ کے ساتھ بھی ملائمت ظاہر کی۔ مگر امرائے کینہ ور کی ترغیب سے جن جن لوگوں سے خائف تھا اُنہیں قتل کرنے لگا اور کشاکشی کی تلوار نے خون کے دریا بہا دئے۔ آخر باپ کا خون بھی کچھ آسان بات نہ تھی، جس طرح کہ پدر کشوں کے لئے سزائے الٰہی مشہور ہے، ۶ مہینے کے اندر مر گیا یا زہر سے مارا گیا۔

کہتے ہیں کہ ایک دن جشنِ عشرت کے لئے مکان سجوایا اور توشہ خانہ شاہی سے فرشِ مُکلّف نکلوا کر بچھوایا۔ اس پر ایک بادشاہ تاجدار کی تصویر تھی۔ اور کچھ فارسی میں لکھا ہُوا تھا۔ مُنتصِرؔ نے منشی کو بُلوا کر پڑھوایا، منشی دیکھ کر غمگین ہُوا اور نہ پڑھا۔ خلیفہ نے اصرار کر کے پڑھوایا۔ اس پر لکھا ہُوا تھا کہ میں شیرُویہؔ بن کسرےٰ ہوں۔ باپ کو قتل کیا مگر ۶ مہینے سے زیادہ ملک نصیب نہ ہُوا۔ مُنتصِرؔ کا رنگ فق ہو گیا اور بچھونوں کو جلوا دیا۔

واضح ہو کہ اس وقت میں ترک بھی سلطنت میں ایک برابر کے حصہ دار ہو گئے

---

[۱] یعنی تیرے دونوں بیٹوں سے ان کا غلام قنبر بہتر ہے۔ اس خلیفہ کو بنی فاطمہ سے مخالفت تھی چنانچہ کربلا میں مرقدِ حسینؓ پر نہر کاٹ کر ڈالی کہ منہدم ہو جائے۔

تھے کہ جس کو وہ چاہتے تھے وہی خلیفہ ہو جاتا تھا۔ یہ ترک خوارزم اور ماوراءالنہر سے بندی یا زرخرید ہو کر آتے تھے اور اس کا اصل سبب یہ تھا کہ تاتارِ چین کے بادشاہ انہیں اس طرف سے دبا کر عملِ اسلام کی طرف نکالتے تھے۔ اُدھر کی سرحد پر آتے تھے تو اسلام کو قوی پاتے تھے اور مغلوب ترکوں کے سردار انہیں اسلام کے حکام کو تحفہ تحائف میں دیتے تھے یا بیچ ڈالتے تھے۔ یا لڑائیوں میں بندی ہو جاتے تھے۔ وہاں سے مالِ غنیمت میں تحفے کے طور پر خلیفہ کے دربار میں آتے تھے اور خلفا کی بے تدبیری سے فرعونِ بے سامان ہو جاتے تھے۔ حق پوچھو تو ایسی فوج کا سلطنت میں رکھنا نہایت خطرناک ہے۔ چنانچہ خلفا نے انہیں عرب کا زور گھٹانے کے لئے مالکِ شمشیر کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ عرب کا مطلب ہمارے ذاتی مطلب کے خلاف ہے پس خلیفہ کی دی ہوئی تلوار کے ہاتھ انہیں پر صاف کئے۔

بِلادِ یُورپ میں ایک دفعہ رُومَا (روم قدیم) میں غلاموں کی فوجِ خاصہ نے زور پکڑ کر تاجِ سلطنت کو اپنے ہاتھ میں اُٹھا لیا تھا کہ جس کے سر پر چاہتے تھے رکھ دیتے تھے۔ وہی حال یہاں ہو گیا۔ چنانچہ مُتَوَکِّل کو آپ ہی خلیفہ کیا، پھر بیٹے کے ہاتھ سے اُسے مروا دیا۔ اور اسی طرح وَرَقِ کتاب کی طرح برابر سلطنت کو اُلٹتے رہے۔ چنانچہ بیانِ آئندہ سے واضح ہو گا۔

مُسْتَعِیْن بِاللہِ اَبُوالعَبَّاس اَحْمَد ابنِ مُعْتَصِم

بُغاءِ کبیر اور بُغاءِ صغیر اور باغِمش ترک سرداروں نے مشورہ کیا کہ اس خاندان کو پدر کُشی کے جرم میں سلطنت سے خارج کرنا چاہیئے۔ اس لئے مُستَعِین ابنِ مُعتَصِم کو ۸۶۲ء ۲۴۸ھ میں مسند نشین کیا۔ مگر دوسرے ہی برس ترک سرداروں میں

فساد ہُوا۔ مُستَعِین سامرا سے بھاگ کر بغداد میں چلا آیا اور ہر چند ترکوں نے بُلایا مگر وہ نہ گیا۔ انہوں نے مُعتز کو اپنا خلیفہ کرلیا اور لشکر لے کر مُستَعِین پر آئے اہلِ بغداد اس کے طرفدار ہو گئے۔ کئی مہینے تک لڑائی رہی اور قحط اور قتل کی آفت سے لوگ تنگ آ گئے۔ آخر مُستَعِین کی معزولی پر صلح ہُوئی اور مُستَعِین ۸۶۶ء ۲۵۲ھ میں قتل ہُوا اس خلیفہ نے لمبی لمبی ٹوپیوں کو مختصر کیا اور آستینوں کو بڑھا دیا۔ اِسی کو اس کی جہماتِ سلطنت سمجھنا چاہیے۔

مُعتز باللہ محمد ابو عبد اللہ ابن متوکل

مُعتز ۸۶۶ء ۲۵۲ھ میں مسند نشین ہُوا۔ اس سے بڑی چُوک یہ ہُوئی کہ عرب کے لوگ اس کے ساتھ تھے مگر پھر بھی ترکوں کو صاف نہ کر دیا۔ ۱۹ برس کا نوجوان تھا اور نہایت خوبصورت تھا۔ پہلے خلفا کچھ چاندی کا زیور رکھتے تھے اس نے سونے کے زیور سے سواری کی۔ نائبوں اور سپہ سالاروں کے عزل و نصب اس کے عہد میں بھی رہے۔ صالح ابن وصیف ایک ترک زبردست سردار تھا کہ مُعتز بھی اُس سے ڈرتا تھا۔ سپاہ کے سرداروں نے کہا کہ ہماری تنخواہ اگر خلیفہ دیدے تو ہم اس کا قصہ پاک کر دیں۔ اُدھر اس نے بھی مُعتز کی ماں سے ۵۰ ہزار دینار تقسیمِ تنخواہ کے لئے مانگا۔ اس نے صاف جواب دیا۔ آخر بغاوت یہاں تک بڑھی کہ فوج مُسلح ہو کر حرم سرا کے دروازے پر آئی اور مُعتز کو طلب کیا۔ اُس نے کہا کہ میں نے دوا پی ہے، ضعف کے مارے آیا نہیں جاتا۔ اُنہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور اندر سے اُس کی ٹانگیں پکڑ کر گھسیٹ لائے۔ بہت سونٹے مارے اور دھوپ میں بٹھایا۔ مُنہ پر تھپیڑ مارتے تھے اور کہتے تھے کہ خلافت سے مستعفی ہو۔ آخر اس نے استعفا

کیا۔ اور مُحمَّد ابنِ وَاثِق کی بیعت اس سے لی۔ اوّل بھُوک پیاس کی تکلیفیں دے کر حمام میں غسل کروایا۔ حمام سے نکل کر پیاس زیادہ ہوئی تو برف کا پانی پینے کو دیا کہ پیتے ہی مر گیا۔

پھر اس کی ماں سے بھی مالِ کثیر صالح کے ہاتھ آیا۔ چنانچہ ۱۳ لاکھ دینار اور ۶ سیر کے قریب زمرّد، ۶ سیر کے قریب بڑے بڑے موتی اور باقی نقد و جنس علیحدہ۔ یہ واقعہ ۸۶۸ء ۲۵۵ھ میں ہُوا۔

مُهتَدِی باللہ صَالح مُحمَّد ابُو اسحٰق ابن وَاثِق

اوّل مُعتز کو حاضر کیا۔ گواہوں نے گواہی دی اور اس سے کہوایا کہ میں خلافت کے کام میں عاجز ہوں۔ پھر اس سے بیعت لے کر مهتدی کو خلیفہ کیا۔ مُهتَدِی حُسن صورت اور عبادت کے ساتھ شجاعت بھی رکھتا تھا۔ مگر کوئی اس کا رفیق نہ تھا کھانے پہننے میں فقرائی طرح گزارہ کرتا تھا۔ راگ رنگ سب موقوف کر دئے۔ ظلم کی زیادتیوں کو روکا اور بعض سرکشوں کو دُور دُور کے ملکوں میں بھیج دیا۔ یہ خلوت میں تنہا رہتا تھا اور لکھنے والے اُس کے سامنے بیٹھے لکھا کرتے تھے۔ سردارانِ مملکت کا آپس میں پھر جھگڑا ہُوا اور اُن کے کُشت و خون کے بعد خلیفہ ۸۶۹ء ۲۵۶ھ میں گرفتار ہو کر مارا گیا۔

اَلمُعتَمِدُ علی اللہ ابُو العَبّاس ابن مُتوکِّل

۸۷۰ء ۲۵۶ھ میں مقام جوسق کے قید خانے سے نکل کر مسند نشین ہُوا۔ اس کا بھائی مُوَفّق بڑا قابل اور نیک تھا کہ بھائی کی سلطنت کا نہایت خوبی سے بندوبست کیا۔ مُعتَمِد کو موسیقی کا بہت شوق تھا۔ خود بھی گاتا بجاتا تھا اور رات دن راگ رنگ

عیش و عشرت میں رہتا تھا کہ لوگ اس سے بیزار ہو گئے۔

اَحْمَدْ بِنْ طُولُوْن۔ مصر میں اور یَعْقُوْب صَفَّار خُرَاسَان میں خود سر ہو گئے۔ مُلَکِ زَنْج سے بِہْبُوْد خَارجی نے بغاوت کی اور بلادِ اسلام کو لوٹ مار سے تباہ کر دیا۔ لکھوکھا مسلمان اور سادات قتل و غارت کئے۔ یہاں تک کہ ایک ایک کے پاس ۱۰۔۱۰ عَلَوِی عورتیں خدمت میں تھیں۔

مُوَفَّق نے اس پر فوج کشی کی اور خاطر خواہ سزا دے کر سب قیدیوں کو چھڑایا اور بہبود کا سر کاٹ لایا۔ اس دن تمام بَغْدَاد میں عید کی طرح خوشی ہوئی اور قیدیوں کو اپنے اپنے گھروں میں پہنچایا۔ عَلَوِی بھی طَبَرِسْتَان وغیرہ میں مخالفت کرتے رہے مُوَفَّق نے دیکھا کہ سلطنت میں بڑا ضعف ترکوں کے فساد سے ہے۔ چنانچہ اس کا بھی قرار واقعی بندوبست کیا۔

یہ افسوس ہے کہ مُعْتَمَدْ نے خیر خواہ بھائی کی طرف سے بے اعتماد ہو کر اِبْنِ طُوْلُوْن حاکمِ مصر سے سازش کی کہ اخیر کو خود قید ہو گیا۔

اہلِ فرنگ نے بھی دو دفعہ حملے کئے۔ ایک دفعہ شہر لُوْلُوَۃ اور دوسری دفعہ دِیَارِ بَکْر اور اَلْجَزِیْرَۃ اور مُوْصِل وغیرہ تک آئے۔ جنگل کے اعرابی کَعْبَہ کی پوششیں اُتار کر لے گئے۔ ۸۹۱ء/۲۷۸ھ میں مُوَفَّق کے مرنے سے مُعْتَمَدْ کی خاطر جمع ہوئی تھی کہ ۸۹۲ء/۲۷۹ھ میں خود بھی مر گیا۔

اَلْمُعْتَضِد بِاللہ اَحْمَد اَبُو الْعَبَّاس

مُعْتَضِد، مُوَفَّق کا بیٹا تھا۔ چچا کی جگہ مسند نشین ہوا۔ نہایت شجاع اور مہیب تھا اور ساتھ اس کے نہایت سخت مزاج اور خونریز تھا چنانچہ لوگ اس کو

سَفَّاحِ ثانی کہتے تھے۔ مگر اس سخت مزاجی کا نتیجہ اچھا ہُوا کہ تمام مفسدے فرو ہو گئے۔ ممالکِ فرنگ کی طرف سے بھی امن رہا بلکہ فتوحاتِ تازہ میں مُکودِیَّہ بلادِ روم سے فتح کیا۔ البتہ قَرامِطَہ نے بہت زور پکڑا۔

خمارَوَیہ طُولُونی نے اپنی بیٹی خلیفہ کو دی کہ زر و مال اور لونڈی غلام کے علاوہ تین صندوق جواہرات کے بھرے ہوئے تھے۔ آخر ۹۰۲ء / ۲۸۹ھ میں مر گیا۔

اَلمُکتَفِی بِاللہ اَبُو مُحَمَّد عَلی بِن مُعتَضِد

باپ کی مسند پر بیٹھ کر حسنِ انتظام سے سب کو خوش کیا اور جو جو مکان اور باغ لوگوں کے اس نے اپنے محلوں کے لئے لے لئے تھے وہ واپس کر دئے۔ جنگِ روم میں اَنطاکیَہ فتح کیا اور مال بے تعداد لوٹ میں مارا۔ مگر قَرامِطَہ نے اس کے عہد میں بھی بڑا زور شور رکھا۔ آخر ۹۰۸ء / ۲۹۵ھ میں مر گیا۔

مُقتَدِر بِاللہ اَبُوالفَضل جَعفَر بِن مُعتَضِد

چھوٹی سی عمر میں نمک حلال وزیر کی صلاح سے تخت نشین ہوا۔ امورِ مملکت میں ایسا خوش نصیب تھا کہ باوجود صغرِ سن کے ارکانِ سلطنت نے فساد کر کے اِبنُ المُعتَزّ کو خلیفہ بنایا۔ مگر جب وہ ہتھیار سج کر باہر نکلا تو سب ساتھ ہو گئے اور مفسد گرفتار ہو کر قتل ہوئے۔ اس کے عہد میں ایک دفعہ قَرامِطَہ حَجَرِ اَسوَد کَعبَہ سے لے گئے۔ دوسری دفعہ پھر آئے اور قتل و غارت کو حد سے زیادہ گزار دیا۔ مَنصُورِ حَلّاج کا واقعہ بھی اسی کے عہد میں ہُوا۔ ۹۲۶ء / ۳۱۴ھ اور ۹۲۷ء / ۳۱۵ھ میں لشکرِ روم مَلطَبَہ اور دِمیاط میں داخل ہُوا اور لُوٹ مار کر مسجدِ جامع میں ناقوس بجائے۔

قَرامِطَہ اکثر خلقِ خدا کو آزار دیتے رہے اور لشکرِ خلیفہ کو شکست دی۔

دیالمہ بھی اپنا زور دکھاتے رہے۔ اہلِ روم نے خلاط کو فتح کر کے مسجدِ جامع میں بجائے منبر کے صلیب لا کر رکھی۔ ۹۲۹ئہ ۳۱۷ھ میں پھر ابنِ مُعتضِدؔ کو قاہر باللہ کا لقب دے کر خلیفہ کر لیا۔ مگر اس خوش نصیب کے اقبال نے کام کیا اور قاہر گرفتار ہو گیا۔ ۹۱۸ئہ ۳۰۶ھ میں مُقتدِر کی ماں نے ایک شفاخانہ جاری کیا کہ جس کا ۷ ہزار دینار سالانہ کا خرچ تھا۔

خلیفۂ وقت کے صغرِ سن اور کچھ بے تمیزی کے سبب سے عورتیں محل کی فیصلۂ مقدمات کے لئے بیٹھا کرتی تھیں۔ اس بات سے تمام اُمرا ناراض تھے۔ آخر ۹۳۲ئہ ۳۲۰ھ میں مُونِسؔ خادم کی شمشیرِ بغاوت سے خلیفہ ذبح ہُوا۔

اَلْقَاہِرُ بِاللّٰہ اَبُو مَنْصُوْر مُحَمَّدْ

مُونِسؔ خادم جب مُقتدِر کو مار کر بغداد آیا تو چاہا کہ اس کے بیٹے کو خلعتِ خلافت پہنا دے۔ مگر ایک رکن دربار نے کہا۔ الحمدللہ کہ اُس بادشاہ کی اطاعت سے نجات ہوئی جس نے محل کی عورتوں کے ہاتھ میں حکومت دے رکھی تھی۔ اب ایسے شخص کو حاکم کرنا چاہئے جس میں ہمیں بھی کچھ اختیار رہے۔ چنانچہ اَلْقَاہِرُ بِاللّٰہ باتفاقِ رائے تخت نشین ہُوا مگر افسوس کہ مُقتدِر کی اولاد کو قتل کیا۔ ماں مرضِ استسقا میں مبتلا تھی اُس پر سخت جرمانہ ڈالا۔ اِبنِ مُقلَہ واضعِ خطِ نسخ جس کو خود بُلا کر وزیر کیا تھا اُس نے اور مُونِسؔ اور اکثروں نے متنفّر ہو کر ارادہ فساد کا کیا۔ قاہر قہرِ الٰہی کی طرح اُن کے پیچھے پڑا۔ کئی ذبح ہوئے، کئی دیواروں میں چُنے گئے۔

اِبنِ مُقلَہ کا گھر جلوا دیا اور وہ خود بھاگ گیا۔ اس نے یہ دانائی کی کہ مفسدوں کو تو اس طرح ڈرا کر بٹھایا اور فوج کی تنخواہ بانٹ دی۔ مگر ابنِ مُقلَہ نے نجومی سے

سازش کرکے تُرک سرداروں کے ذہن نشین کیا کہ اب کے سال قَاھِرؔ مقہور ہوجائیگا
انجام اس کا یہ ہُوا کہ ۳۲۲ھ ۹۳۳ء میں اُمرا پھر باغی ہو گئے۔ اُسے اندھا کرکے نکال دیا اور
رَاضِیؔ بِاللہ کو خلیفہ کر لیا۔ عِبْرَۃٌ۔ قَاھِرؔ جمعہ کو اندھے فقیروں میں بھیک مانگتا
ہُوا مسجدوں میں پڑا پھرتا تھا اور مصیبت کے دن بھرتا تھا۔

رَاضِیؔ بِاللہ اَبُو العَبَّاسؔ

مُقْتَدِرؔ کے بیٹے کو سب نے مل کر تخت پر بیٹھایا اور رَاضِیؔ بِاللہ لقب
ہُوا۔ ابن مُقْلَہؔ وزیر ہُوا۔ مگر اخیر کو ایک سازش کی تحریر اِبْنِ مُقْلَہؔ کے ہاتھ کی گرفتار
ہو کر ہاتھ کاٹے گئے۔ علمِ تاریخ اور انساب اور شعر میں رَاضِیؔ بِاللہ کو کمال تھا بلکہ
اس کے بعد پھر کسی خلیفے کا کلام تدوین نہیں ہُوا نہ کسی نے منبر پر اپنا خطبہ پڑھا۔
اسی کے عہد میں اوّل اِبْنِ رَائِقؔ وزیر نے اختیارِ کُلی بہم پہنچا کر رَاضِیؔ کو ایک
تصویرِ بیکار کر دیا۔ پھر بَجْکَمؔ مَاکَانِیؔ غلام نے اپنی قوت سے امیر الامرائی کا خطاب
حاصل کرکے مسندِ حکومت پر جلوس کیا۔ اس کے علاوہ تمام شہروں میں طوائف الملوکی
کا عالم ہو گیا اور رَاضِیؔ کے پاس سوائے بَغْدَادؔ کے اور کچھ نہ رہا۔ فَاطِمِیَّہؔ
مِصْرؔ میں نَاصِرِ لِدِیْنِ اللہ، اَنْدَلُسؔ میں کمال اولوالعزمی سے فتوحات حاصل
کرتے تھے اور اپنے نام کے سکے اور خطبے جاری کرتے تھے۔ سَامَانیہ، فارسؔ
مَاوَرَاءُ النَّھْرؔ میں نشانِ شاہی اُڑا رہے تھے۔ دِیَالِمہؔ کا بھی ستارہ چمکنے لگا تھا۔
مَوْصِلؔ، دِیارِ بَکْرؔ وغیرہ میں آلِ حَمْدَانؔ تھے۔ آخر ۳۲۹ھ ۹۴۰ء میں رَاضِیؔ بِاللہ فوت ہُوا۔

اَلْمُتَّقِیؔ بِاللہ اَبُو اِسْحٰقؔ (اِبْرَاھِیْمؔ ابْنِ مقتدرؔ)

خلیفۂ وقت کو ممالکِ محروسہ سے کچھ غرض نہ تھی۔ اُمرا کہ تمام غلام ترک بچے تھے،

آپس میں کٹتے مرتے تھے کہ خلیفہ ہمارے قابو میں رہے۔ مُتَّقِی حقیقت میں ایک متقی پرہیزگار تھا۔ اُس کا قول تھا کہ میرا مصاحب مصحف مجید ہے۔ پہلے ہی سال میں قُبَّۃُ الخَضرَاء ایک عالیشان عمارت کثرتِ بارش سے گر پڑی۔ یہ مکان کہ عَبَّاسِیَّہ کی عظمت و شوکت کا نمونہ تھا، مَنصُور نے بنایا تھا۔ ۸ ہاتھ ارتفاع اور نیچے ۲۰×۲۰ گز کا ایوان تھا۔ گنبد پر ایک سوار کی مورت بنی تھی کہ اُس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ آلِ حَمْدَان نے یَزِیدِی وغیرہ اکثر مفسدوں کو مار کر نَاصِرُ الدَّولَہ اور سَیفُ الدَّولَہ کے خطاب حاصل کئے۔

سنہ ۹۴۲ء (۳۳۱ھ) میں اہل روم نے اُدْزَن اور میافَارِقِین پر فوج کشی کر کے ہزاروں آدمیوں کو قید کر لیا۔ آخر یہ پیغام بھیجا کہ وہ رومال جس سے حضرتِ عیسیٰؑ نے مُنہ کا پسینہ پونچھا تھا اور چہرے کا نشان اُس پر پڑ گیا تھا، وہ خلیفہ کے پاس ہے، اگر ہمیں دیدیں تو ہم قیدیوں کو چھوڑ دیں گے چنانچہ فقہا نے پہلے تو اس کے بھیجنے میں تکرار کی مگر اخیر کو بھیجا گیا اور ہزاروں قیدی رہا ہو گئے۔ آلِ حَمْدَان اس کے عہد میں صاحب قوت رہے مگر دار الخلافہ سے منحرف نہیں ہوئے۔ آخر سنہ ۹۴۳ء (۳۳۲ھ) میں ایک دفعہ خلیفہ بغداد کو آتا تھا، تُوزُون امیر استقبال کو نکلا سامنے آکر پیادہ ہوا اور سلام کر کے قید کر لیا۔ انگوٹھی اور چادر اور چھڑی خلافت کی لے لی اور اندھا کر کے بغداد میں داخل کر دیا۔

اَلْمُسْتَکْفِی بِاللہ اَبُوالْقَاسِم عَبْدُاللہ

مُسْتَکْفِی کو تُوزُون نے تختِ خلافت پر بٹھایا مگر برس دن بھی نہ گزرا کہ سنہ ۹۴۵ء (۳۳۴ھ) میں احمد بن بویہ نے جو اَھْوَاز وغیرہ میں قوۃ پکڑی تھی بغداد پر یورش کی۔ تمام ترک اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ ناچار خلیفہ خود نکلا اور اُس سے مل کر اٹھا لے

خورسندی کیا کہ تمہاری بدولت مجھے ترکانِ نمک حرام سے مخلصی ہوئی۔ چنانچہ دونوں ساتھ بغداد میں داخل ہوئے۔ احمد کو امیر الامرا معزّ الدولہ کا لقب مل گیا۔ اس نے تمام خزائن و دفاتر پر قبضہ کر کے اپنے نام کا سکّہ جاری کر دیا اور خلیفہ کے اخراجاتِ ضروری کے لئے ۵۰۰۰ دینار روزانہ مقرر کر دئے۔ مگر بداقبالی یہ ہوئی کہ محل کی عورتوں کا پہلے سے زور چلا آتا تھا۔ قہرمانہ ایک عورت نے خلیفہ کے لئے جشنِ خسروانہ کیا۔ اور اس میں مُعزّ الدولہ کو بھی بُلایا۔ وہاں اسے وہم ہوا کہ شاید یہ میری گرفتاری کا بہانہ ہے، اس لئے سرِ دربار خلیفہ کو پکڑ کر اندھا کر دیا اور قہرمانہ کی زبان کاٹ ڈالی۔

المُطیعُ لِلّٰہ ابو القاسم فضل (بن جعفر المقتدر)

۹۴۵ء / ۳۳۴ھ میں مُعزّ الدولہ نے مُقتدر کے بیٹے کو خلیفہ کر کے مطیع اللہ لقب دیا اور خود کل امورات کا بندوبست کیا۔ اُدھر مصر اور افریقہ سے فارغ البال ہو کر فاطمیّہ نے بڑی بڑی ترقیاں کیں۔ مگر حاکمِ خراسان نے خود بخود اس کا خطبہ پڑھا۔ مُطیع نے خوش ہو کر فرمان اور نشان بھیجا۔ ۹۵۷ء / ۳۴۶ھ میں جزیرہ اقریطش اہلِ روم نے لے لیا اور حدود کے علاقے دبا لئے۔ ۹۶۵ء / ۳۵۴ھ میں بادشاہِ روم نے حدودِ اسلام کے پاس قیساریہ تعمیر کیا کہ فوج کشی کے وقت کام آئے۔

۹۶۷ء / ۳۵۷ھ میں کافور اخشیدی کے مرنے سے دیارِ مغرب میں فاطمیّہ کی دولت نے بہت قوت پکڑی۔ چنانچہ ادھر لباسِ سیہ اور خطبے میں عبّاسیّہ کا نام تبدیل ہو گیا۔ بلکہ اہلِ بیت کے نام داخل ہو گئے۔ ساتھ اس کے انتظامِ مملکت اور کاروبارِ تجارت زراعت بھی اُدھر خوب رونق پر آ گئے۔ اِدھر اسی قدر عبّاسیّہ کا زوال

ہوتا گیا۔ مُطیع باللہ آخر آل بویہ کے زیر سایہ ۲۹ برس بسر کر کے فالج میں مبتلا ہُوا۔ اور ۹۷۹ء ۳۶۳ھ میں بیٹا جانشین ہوا۔

الطّائع لِلّٰہ اَبُوبَکر عَبدُ الکَرِیم (بن المُطیع)

اس کے عہد میں آلِ بویہ کے امرا کا زور شور رہا اور آپس کے جھگڑوں میں کشت و خون ہوتے رہے۔ عُضُدُ الدَّولَہ کے خطاب پر تَاجُ المِلَّة کا طرّہ زیادہ ہُوا۔ اکثر سرگروہ اُن کے چند سال کے عرصے میں بقضائے الٰہی فوت ہُوئے۔ اور اولاد اُن کی ترقی پر آئی اور آلِ عبّاس کی عظمت لوگوں کے دلوں میں بہت کم ہوگئی۔ آخر طائعؒ کو بھی مسند سے اُترنا پڑا اور شعرا نے اس کی ہجویں کہیں۔ آخر ۹۹۱ء ۳۸۱ھ میں چند سال قادِر باللہ خلیفۂ جدید کے پاس بسر کر کے ۱۰۰۳ء ۳۹۳ھ میں مر گیا۔

قَادِر بِاللہ اَبُو العَبَّاس اَحمَد بن اِسحَاق

۹۹۱ء ۳۸۱ھ میں آلِ بویہ کی تجویز سے مسندِ خلافت پر بیٹھا۔ مگر انتظام کی طرف اس طرح متوجہ ہُوا کہ اُن لوگوں کو اس قدر اختیار نہ رہا۔ آخر ۱۰۳۰ء ۴۲۲ھ میں فوت ہُوا۔

اَلقَائِم بِاَمرِ اللہ اَبُو جَعفَر عَبدُ اللہ (بن القادر باللہ)

۱۰۳۱ء میں تخت نشین ہُوا اور اس کے عہد میں دولتِ دیالمہ کا تو خاتمہ ہوا مگر خلفا کے سائے کے لئے طُغرلِ بیگ سلجوقی کی دولت کا چتر فارس و تُرکستان پر چھایا تھا۔ چنانچہ ارسلان[1] ترکی بساسیری ایک سردار دار الخلافہ میں ایسا اُٹھا کہ تمام امرا و حکام اس سے ڈرتے تھے اور خطبوں میں اس کے لئے دُعائیں ہوتی تھیں۔

---

[1] ترکی میں شیر کو کہتے ہیں۔

خلیفہ نے اس کی نیت خراب دیکھ کر ابُوطَالِب مُحمّد ابن مِکیال طغرل بیگ کو لکھا
قَائِمؔ بساسیری کے قبضے میں آگیا۔ آخر جنگِ عظیم کے بعد بساسیری مارا گیا
اور طُغرِلُ بیگ نے تمام فسادوں کا انتظام کر کے رُکنُ الدّین کا خطاب حاصل
کیا۔ ۴۵۴ھ - ۱۰۶۲ء میں قَائِمؔ نے اپنی بیٹی اُسے دی اور اب ان فتحیاب اقبال مندوں
کے لئے خطاب اور القاب عطا ہونے لگے۔ چنانچہ پہلے سلطان ملک کے لقب سے
اَلَپْ اَرسَلَانْ کے لئے خطبے میں دعا ہوئی۔ اس نے رُوم کی طرف بھی فتوحاتِ عظیم
حاصل کیں۔ قائِمؔ کی سلطنت بغداد ہی میں قائم تھی۔ دیالمہ اور بساسیری
سے مخلصی پا کر بھی کچھ آزادی کا مزا نہ آیا۔ یہی معلوم ہُوا کہ گویا میں نے اپنے سرپرست
کی تبدیلی کی ہے۔ آخر ۴۶۷ھ - ۱۰۷۴ء میں فوت ہُوا۔

اَلمُقتَدِیؔ بِاَمرِاللہ اَبُوالقَاسِم عَبدُاللہ

۱۰۷۴ء میں جب یہ صاحبِ اقبال مسند نشین ہُوا تو شرائع حنفیہ کی تعمیل کے لئے
تاکید کی۔ مگر اب ان خلفا کی خلافت فقط اتنی تھی کہ جس ملک میں کوئی صاحبِ اقبال
پیدا ہوتا اسے کلاہ، گلوبند کپڑے اور خلعت وغیرہ تبرک کے طور پر بھیج دیتے اور
اپنی بزرگی قائم رکھتے۔

جزیرہ اَنطَاکِیَہ میں بھی روم پر فتح پائی اور یُوسُف تَاشفین نے مراکش
سے اظہارِ اطاعت کر کے فرمان طلب کیا۔ چنانچہ مُقتَدِیؔ نے خلعت، فرمان اور
نشان اور امیر المسلمین کا خطاب بھیجا۔ ۴۸۴ھ - ۱۰۹۱ء میں کُل جزایر سقلیہ فرنگ سے
لے لئے۔

ملک شاہ سلجوقی نے اپنی بیٹی کا نکاح مُقتَدِیؔ سے کیا تھا چنانچہ ۴۸۰ھ

میں سامان بیحد و حساب کے ساتھ روانہ کیا اور اس دھوم دھام سے شادی ہوئی کہ تمام بغداد کے لوگ حیران ہو گئے۔ مگر دولہا دلہن میں کچھ ایسی ناموافقت ہوئی کہ دلہن اپنے باپ کے دارالملک میں آن بیٹھی۔ ۱۰۹۲ء ۴۸۵ھ میں ملک شاہ خود آیا اور مقتدی کو بہت سختی سے پیغام بھیجا کہ بغداد سے نکلو اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔ خلیفہ نے کہا کہ ایک مہینے کی مہلت دو اس نے کہا ایک ساعت کی بھی نہیں۔ غرض وزیر کی معرفت بڑی مشکل سے ۱۰ دن کی مہلت ملی، مگر اتفاق تقدیر سے اسی عرصے میں ۱۰۹۲ء کے اندر ملک شاہ مر گیا اور یہ بات خلیفہ وقت کی کرامت میں شمار ہوئی۔

۱۰۹۴ء ۴۸۷ھ میں مقتدی بھی دفعۃً مر گیا۔

مستظہر باللہ ابوالعباس احمد (بن مقتدی باللہ)

اب سلجوقیوں کے ہاتھ تختِ خلافت تھا چنانچہ سلطان برقیارق سلجوقی کی تجویز سے مستظہر خلیفہ ہوا۔ اس کی خلافت بسبب کثرتِ اضطراب کے عہدِ خلافت میں داخل نہیں۔ اہلِ روم نے بلنسیہ (ولنشیا) لے لیا۔ ۱۰۹۶ء ۴۸۹ھ میں ۵ سیارے بُرج حوت میں جمع ہو گئے تمام نجومیوں نے حکم لگایا کہ طوفانِ نوح پر بھی ۵ سیارے سرطان میں جمع ہوئے تھے غالب ہے کہ پھر طوفان آئے مگر ان کا حکم ہوائی ہی گیا۔

۱۰۹۶ء ۴۹۰ھ میں اہل فرنگ نے قسطنطنیہ سے آکر شام تک طوفان مچا دیا اور مشہور ہوا کہ سلجوقیوں کی قوت سے گھبرا کر فاطمیہ نے انہیں اشارہ کیا تھا۔ ۱۰۹۹ء ۴۹۲ھ میں فرنگ نے بیت المقدس لے لیا اور ۱۱۰۲ء ۴۹۵ھ میں سروج، حیفا، ارسوف قیساریہ وغیرہ فتح کیا۔ ۱۱۰۹ء ۵۰۳ھ میں فرنگ نے کئی برس کے محاصرے کے بعد طرابلس کو بھی لے لیا۔ ۱۱۱۰ء ۵۰۴ھ میں زرِ کثیر دے کر اسلام نے صلح چاہی مگر پھر ملتوی رہی۔ اس کے عہد میں عراق عرب کی طرف باطنیہ کا بھی کئی دفعہ غلغلہ ہوا ۱۱۱۹ء ۵۱۳ھ میں مستظہر مر گیا۔

مُستَرشِد باللہ اَبُو مَنصُور فضل (ابنِ مُستظہر)

اس خلیفہ نے کچھ اور ڈھنگ نکالا یعنی آپ مہماتِ خلافت کا انتظام کیا اور بذاتِ خود فسادوں کے دبانے اور لڑائیوں کے سرانجام دینے میں مصروف ہُوا۔ اسی باعث عامۂ خلایق کے دلوں میں محبت پیدا کی۔ سرگروہ مفسدوں کے اس سے بہت گھبرائے۔ سلجوقیوں کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ جب انہوں نے دباکر خطاب سلطان لینا چاہا تو اُس نے صاف جواب دیا۔

مَسعُود سَلجُوقِی، سلطان ملک شاہ کے پوتے نے فدائی[1] ملحدوں سے سازش کر کے ۱۱۳۴ء میں مروا ڈالا اور نعش کو مُراغہ کے مدرسۂ اتابکی میں جو اتابکوں کے نام سے موسوم ہے مدفون کیا۔

یہ خلیفہ نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھا۔ چنانچہ اسیری کے وقت بھی اس نے چند شعر کہے جو اس کی شجاعت اور استقلالِ طبیعت پر گواہی دیتے ہیں۔ متحمل اس قدر تھا کہ ایک دفعہ بعض غلامانِ اہلِ دربار نے برسرِ دیوان آکر اس کو بُرا بھلا کہا اور اس نے حسنِ تقریر میں ٹال دیا۔ اس کے نمک حلال اہلِ خدمت نے کہا کہ اس سے زیادہ بے غیرتی اُٹھانے کی ہم میں تاب نہیں۔ شَرَفُ الدِّین اَنُو شِیروَان اس کے وزیر نے کہا کہ مَیں ۴۰ برس سے اسی بے غیرتی کے زیر سایہ وزارت کرتا رہا ہوں تم ایک بات میں گھبرا گئے۔

یہ وزیر اکثر علوم و فنون خصوصاً انشاے عرب میں یگانہ روزگار تھا۔ چنانچہ اس فن میں ایک کتاب بھی مرتّب کی اور ابوالقاسِم نے مقاماتِ حریری اُسی کے

---

[1] دیکھو حال ملاحدہ کا فاطمیہ اور اسماعیلیہ میں۔

نام پر تصنیف کی۔

رَاشِدْ بِاللہ اَبُوْجَعْفَرْ مَنْصُوْر (اِبْنِ مُسْتَرْشِدْ)

باپ کے بعد سریر خلافت پر بیٹھا مگر مُسْتَرْشِدْ نے جو روپیہ دینے کا وعدہ کیا وہ سلجوقیوں نے طلب کیا۔ اُدھر مسعود سلجوقی نے سلجوقیوں سے مل کر جمعیت بہم پہنچائی اور اپنے رعب وداب سے رَاشِدْ کو دبانا چاہا اور خواستگار اطاعت وبیعت کا ہوا۔ لیکن رَاشِدْ کی غیرت نے گوارا نہ کیا اور لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ مَسْعُوْد نے بغداد پر حملہ کیا اور اس ہنگامے میں ۱۳۱۵ئہ کے اندر رَاشِدْ مقتول ہُوا۔

اَلْمُقْتَفِیْ لِاَمْرِ اللہ اَبُوْعَبْدُ اللہ (اِبْنِ مُسْتَظْہِر)

اگرچہ برائے نام خلیفہ ہوا مگر مَسْعُوْد نے ایسا بے اختیار کر دیا کہ نہ ایک پیسہ اُس کے پیسے میں تھا نہ ایک بات کا اختیار تھا۔ کئی برس اسی طرح گزرے مگر دفعۃً زمانے نے رنگ بدلا۔ مَسْعُوْد بھی مر گیا اور سلجوقیوں میں آپس کے فساد نے ضعف پیدا کیا۔ اِدھر فَاطِمِیّۃ کا آفتاب ڈھلنے لگا، اُدھر مُقْتَفِیْ کا اقبال چمکا۔ وقت کو غنیمت جان کر عِرَاقِ عَرَبْ جو بنام اَلْجَزِیْرَہ مابین انہارِ دَجْلَہ و فُرَات واقع ہے، اس پر قابض ہو گیا اور خلیفہ بنا۔ سب نے اس کی اطاعت منظور کی اور اس نے بھی اس قدر اجازت دی کہ خطبہ میں میرے نام کے بعد سلطان کا نام بھی پڑھا جائے اور تمام امورات کا انتظام شروع کیا۔

لے تمام ملک جو مابین دجلہ و فرات کے واقع ہے اس کو الجزیرہ کہتے ہیں اور اس کے جنوبی حصے کو عراق عرب بولتے ہیں۔ دریائے کیسپین کے جنوبی جانب عراق فارس ہے۔ اصفہان و طہران و ہمدان وغیرہ بڑے بڑے شہر اُس کے متعلق سمجھے جاتے ہیں۔

اہلِ تاریخ کہتے ہیں کہ بہادری اور شجاعت اور ظاہری مہابت میں مُعتصِم کے بعد ایسا خلیفہ کوئی نہیں ہوا۔ اِبنِ جُوزِی کہتا ہے کہ اس سے پہلے خلفاء فقط نام کے خلیفہ رہ گئے تھے۔ اس کے قدم سے گویا خلافت پھر بغداد میں آئی۔ آخر ۱۱۶۰ء ۵۵۵ھ میں فوت ہوا۔

اَلمُستَنجِد بِاللہ اَبُوالمُظَفَّر (ابن المقتفی)

جب مسندِ خلافت پر بیٹھا تو تمام مفسدوں کو سزائیں دیں اور قید کر دیا۔ اسے مخبروں اور چغل خوروں سے دلی عداوت تھی۔ ایک دفعہ کسی نامی مخبر کو قید کیا۔ اس کے دوست نے عرضی دی کہ اگر آپ اسے رہا کر دیں تو دس ہزار دینار حضور میں داخل کروں۔ مُستَنجِد نے کہا کہ اگر ویسا مخبر تُو اور لے آئے تو ۱۰ ہزار دینار میں انعام دیتا ہوں۔

یہ خلیفہ علمِ انشا اور نظم و نثر میں مہارتِ کامل رکھتا تھا اور آلاتِ ریاضی میں کامل تھا۔ امیر اسد الدّین شیر کوہ نے ۱۱۶۶ء ۵۶۲ھ میں مصر پر فوج کشی کی۔ حاکمِ مصر نے فرنگ سے مدد منگا کر اُسے ہٹا دیا۔ دوسرے برس فرنگ نے آکر قاہرہ کو گھیر لیا۔ حاکمِ مذکور کی مدد کو اَسَدُ الدّین پہنچا اور کامیاب ہو کر وزیرِ مصر ہوا۔ مگر ۱۱۶۸ء میں مر گیا اور صَلاحُ الدّین (جس کا ذکر عنقریب آنے والا ہے) اس کی جگہ مسند نشین ہوا۔ ۱۱۷۰ء ۵۶۶ھ میں مُستَنجِد بھی مر گیا۔

اَلمُستَضِی بِاللہ اَبُو مُحَمَّد حَسَن (ابن یوسف المستنجد)

۱۱۷۱ء ۵۶۷ھ میں اس کے ضیائے اقبال سے صَلاحُ الدّین کی بدولت فاطِمِیَّہ کا چراغِ اقبال گُل ہو گیا اور تمام بلادِ مصریہ میں اسی کے نام کے خطبے پڑھے گئے۔

وجہ اس کی یہ ہوئی کہ ملک مصر جس میں کئی سو برس سے فاطمی خاندان اس دھوم دھام سے حکومت کر گزرا اور شہر قاہرہ جس کی بنیاد اُن کے قدم سے قائم ہوئی، اس میں ایک بیگانے آدمی کا اُکر جم جانا کچھ آسان بات نہیں تھی۔ اس لئے صلاح الدّین نے مصلحت اس میں دیکھی کہ نامِ خلفا کے زور سے یہاں پنجے جمائے۔ چنانچہ یہی منصوبہ اس کا ٹھیک بیٹھا کہ خلیفہ کے نام اور اس کی ہمت و اہتمام سے کام بن گیا۔ ۵۷۵ھ ۱۱۷۹ء میں مُستَضِیُ باللہ کا خانۂ حیات تاریک ہوا۔

اَلنَّاصِرُ لِدِیْنِ اَحْمَدُ (ابو العباس ابن المستضی)

یہ خلیفہ ساتھ حسنِ تدبیر اور شجاعت کے بڑا صاحبِ اقبال تھا۔ تمام مخالفوں کا استیصال کر دیا۔ جس نے سر اُٹھایا اُسے گرا دیا۔ خلفا کی دینی کرامتوں کی گویا اس نے ہوا باندھ دی۔ رعایا میں چھوٹے سے لے کر بڑے تک سب کا حال اُسے معلوم رہتا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ کہتے تھے اسے علم غیب ہے یا جنّات کی امداد ہے۔ مُلک مُلک میں اس کے جاسوس موجود تھے۔ اور ڈھنگ اُسے ایسے یاد تھے کہ مخالف بادشاہوں کو لڑا دیتا تھا اور وہ نہ سمجھتے تھے۔ موافق سلطنتوں کو لڑا دیتا تھا اور لوگ نہ جانتے تھے۔ خوارزم شاہ کا ایلچی جب آیا اور سربمہر مراسلہ پیش کیا تو اُس نے بے کھولے سب مطالب کے جواب دِئے۔ ایک معاملہ ایلچی ماژندران کے ساتھ گزرا کہ اس کو بھی یہی یقین ہو گیا۔ ترکستان کی رعایا نے دُور دراز کی مسافت سمجھ کر بغاوت کی اور وہ بغاوت فقط اس کی باتوں سے فرو ہو گئی۔ جب صدر جہان فاضلِ جلیل سَمَرقَند سے روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ بہت سے فقیہ بھی چلے۔ ایک کے پاس نہایت گرانبہا گھوڑا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ اسے نہ لے جاؤ خلیفہ لے لیگا۔ اس نے کہا کہ مجھ سے کوئی نہیں لے سکتا

خلیفہ کو خبر لگی، اسی وقت اشارہ کیا۔ عیّاروں نے راستے میں سے گھوڑا اڑا لیا۔ جب وہ علمائے بغداد میں آئے اور ملازمت کے وقت خلعت اور انعام اکرام ہوئے تو اس فقیہ کو خلعت کے ساتھ وہی گھوڑا اس نے دیا۔ فقیہ مذکور رونے لگا اور بیہوش ہو کر گر پڑا ایسی ایسی باتوں سے لوگوں کے دلوں پر اس کی ہیبت اس قدر چھائی ہوئی تھی کہ اہلِ مِند اور مصر اس سے اتنا ہی ڈرتے تھے جتنا اہلِ بغداد۔ اَنْدُلُس اور اندلس کے بڑے بڑے شہروں سے لے کر سرحدِ چین تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ باوجود اس کے خوش خلق اور ظریف تھا۔ اس کے احکام اور تحریروں کے لطیفے لوگوں میں ضرب المثل تھے۔ مگر نتیجہ ان خبرداریوں کا یہ ہو گیا کہ اس کے مختلف اور پریشان احکاموں سے لوگ ڈر ڈر کر جلا وطن ہو گئے اور اُسے ظالم سمجھنے لگے۔ مذہبِ امامیہ کی طرف مائل تھا یہاں تک کہ اس کے سامنے ابنِ جَوْزِی سے سوال ہوا کہ بعد پیغمبر صاحب کے افضل کون تھا۔ نَاصِر کی ہیبت کے مارے بجز اس کے کچھ نہ کہہ سکا کہ مَنْ کَانَ بِنْتُہ فِی بَیْتِہٖ۔

۵۸۲ھ میں نجومیوں نے حکم لگایا کہ حضرتِ نوحؑ کے وقت میں ۶ سیّارے برجِ سرطان میں جمع ہوئے تھے تو طوفانِ آب آیا تھا۔ اس سال ۶ سیارے میزان میں آئے ہیں کہ برج بادی ہے اب کی دفعہ کرۂ خاک برباد ہو جائے گا۔ لوگوں نے مارے ڈر کے زمین میں غار اور تہہ خانے بنا لئے اور کئی کئی مہینے کی خوراک رکھ لی۔ مگر جس رات کا وعدہ تھا اُس رات ہوا سے چراغ تک بھی کسی کا گُل نہ ہُوا۔

---

۵۷ اس فقرے کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جس کے گھر میں اس کی بیٹی ہو۔ دوسرے یہ کہ جس کی بیٹی اُس کے گھر میں ہو۔

۱۱۸۷ء (۵۸۳ھ) میں صَلَاحُ الدِّین نے بہت سے بلادِ شام فرنگ سے واپس لئے اور
مُشہدِ مُقدّس جو ۹۱ برس سے ان کے قبضے میں تھا وہ بھی لے لیا۔

۱۱۹۳ء (۵۸۹ھ) میں صَلَاحُ الدِّین سلطان مصر مر گیا اور بیٹا اُس کا تخت نشین ہوا۔ اسی
سنہ میں سلطان طُغرلِ بیگ کے مرنے سے دولتِ سلجوقی کا بھی خاتمہ ہُوا۔

۱۱۹۴ء (۶۰۱ھ) میں اہلِ فرنگ نے قُسطنطنیّہ پر قابض ہو کر اہلِ روم کو نکال دیا کہ صدہا
سال سے اس ملک میں سلطنت کر رہے تھے اور بعد اس کے ۱۲۶۱ء (۶۶۰ھ) تک ان کے
پاس رہی۔

۱۱۹۹ء (۶۰۶ھ) میں تتار کا فساد شروع ہوا۔ ۱۲۱۸ء (۶۱۵ھ) میں فرنگ نے پھر حملے کئے اور
دُمیاط اور اس کے نواحی کے بہت سے شہر نیل کے کنارے کے لے لئے جس سے
سلطنت اسلامیہ اس طرف ضعیف ہو گئی۔ سُلطانِ کامِل بادشاہِ مصر نے مجبور ہو کر
ان کے روکنے کے لئے مَنصُورَہ شہر آباد کیا اور فصیل قائم کر کے چھاؤنی ڈالی۔ دوسرے
سال دمیاط پھر واپس لے لیا۔ ۱۲۲۰ء (۶۱۷ھ) میں قَاہِرۂ مصر میں ایک مدرسہ مسمّٰی بہ
دارُ الحدیث قائم ہو کر مدرّس بٹھائے گئے۔

مامُون کے عہد سے کعبہ پر سفید دیبا کی پوشش ہوتی تھی ۱۲۲۴ء (۶۲۱ھ) میں ناصر
نے دیبائے سبز کا غلاف چڑھا کر سیاہ کیا۔ چنانچہ اب تک وہی رسم جاری ہے۔ مُحمّد
خوارزم شاہ، ناصر کی سختیوں سے بگڑا اور خوارزم سے ۳ لاکھ سوار خنجر گذار لیکر چلا۔
مطلب اس کا یہ تھا کہ سلجوقیوں کی طرح میں بھی خلافت پر قابض ہو جاؤں۔ ناصر نے
شَیخ شہابُ الدِّین سُہروردی کو بطور ایلچی کے فہمائش کے لئے بھیجا۔ وہ ہمدان
میں آ کر شاملِ لشکر ہُوئے اور اُس بادشاہ جلیل الشان کی بارگاہ تک بڑی مشکل سے

بار یابی پائی، دیکھا تو سادے کپڑے پہنے بیٹھا تھا۔ مگر شیخ کو نہ جواب سلام دیا نہ بیٹھنے کی اجازت دی۔ شیخ نے کھڑے کھڑے ایک خطبہ ادا کیا اور آلِ عباس کے فضایل میں بہت سی حدیثیں پڑھیں اور ناصرؒ کے بھی بہت سے اوصاف بیان کئے۔ خوارزم شاہ نے کہا کہ ناصرؒ ان صفات سے بالکل عاری ہے بغداد میں پہنچ کر ایسے صاحبِ اوصاف کو خلیفہ کیا جائے گا۔ شیخ وہاں سے ناکام پھرے۔ مگر راہ میں خوارزم شاہ کے لشکر نے برف سے اس قدر نقصان اُٹھایا کہ سوائے اُلٹا پھرنے کے کچھ نہ بن آیا۔ دوسرے سال خود چنگیز خاں کی بلا میں گرفتار ہو گیا۔ غرض اسی طرح ۴۷ برس زورِ طالع سے خلافت کا نقارہ بجا کر ۶۲۲ھ/۱۲۲۵ء میں ناصرؒ فوت ہُوا۔

ظَاہِر بِاَمرِ اللہ اَبُو نَصر مُحَمَّد (ابنِ ناصرِ لدین اللہ)

۵۲ برس کی عمر میں تخت نشین ہُوا۔ کسی عالم نے اس کی عمر پر اشارہ کر کے کہا۔ کہ اَلَا تَتَفَسَّحُ یعنے تم نہ پھلو گے؟ ہنس کر بولا کہ گر بگڑ گیا۔ اس نے کہا خُدا عمر میں برکت دے۔ جواب دیا کہ عصر کے بعد دُکان جو کھولے وہ کیا کمائے گا۔ مگر منصف اور خدا ترس ایسا تھا کہ عُمَر ابن عَبدُالعَزِیزؒ کے بعد پھر کوئی خلیفہ ایسا نہیں ہوا لاکھوں روپے نقد و جنس اور املاک حقداروں کو واپس کر دئے۔ اکثر کہا کرتا تھا کہ عصر کے بعد دُکان کھولی ہے کچھ نیک کمائی کرنے دو۔ ہزاروں خط لفافے بند اس کے حجرہ میں پڑے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ انہیں کیوں نہیں کھولتے؟ کہا کہ کیا دیکھوں چغل خوریاں ہوں گی۔ ایک دن خزانے میں گیا۔ داروغہ نے کہا کہ تمہارے بزرگوں کے وقت میں یہ خزانے بھرے تھے۔ جواب دیا کہ خزانے خالی کرنے کے لئے ہیں بھرنے کے لئے نہیں۔ جمع کرنا سوداگروں کا کام ہے۔ آخر ۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء میں فوت ہُوا۔

مُسْتَنْصِر بِاللہ اَبُوجَعْفَر مَنْصُور (ابن ظاہر بامر اللہ)

یہ خلیفہ اپنے باپ کا خلف الرشید تھا اوصافِ نیک کے علاوہ یہ کارنامہ اس کا جریدۂ عالم میں یادگار رہے گا کہ ایک مدرسۂ عظیم الشان بنا کر مُسْتَنْصِرِیَّہ اس کا نام رکھا، جس کا خرچ سالانہ ۳۳ سیر سونا تھا جس کے ۴۴۶۲۵۰ روپے ہوئے ۱۲۲۷ء / ۶۲۵ھ میں تعمیر شروع ہوئی اور ۱۲۳۵ء / ۶۳۳ھ میں تمام ہوئی۔ ۱۶۰ بوجھ کتبِ نفیسہ کے خاص خلیفہ کی طرف سے آئے۔ ۲۲۸ فقیہ مذاہبِ اربعہ کے داخل ہوئے۔ اور ۴ مدرس ایک شیخ حدیث، ایک شیخ نحو، ایک شیخ طب، ایک شیخ فرایض تھا۔ ایک باورچی خانہ بھی مدرسے کے ساتھ تھا کہ ہر قسم کا کھانا اور مٹھائیاں اور میوے مدرّسین اور طلبا کو ملتے تھے اور بہت سی زمین اور املاک اس کے اخراجات کے لئے وقف تھے۔ متولّی اس کا مُؤَیِّدُ الدِّین اَبُوطَالِب عَلْقَمِی تھا۔

۱۲۳۴ء / ۶۳۲ھ تک درہم یعنے چاندی کا سکّہ نہ تھا۔ دینار سے کم اگر کسی کو دینا ہوتا تھا تو چھوٹے چھوٹے پترے لیتے دیتے تھے۔ مُسْتَنْصِر نے درہموں پر سکّہ لگایا۔ چنانچہ تمام صرافوں اور سوداگروں اور جوہریوں کو جمع کرکے بٹھایا۔ اوّل ایک خطبہ پڑھا گیا اور بعد اس کے دعائے خیر کرکے حکم جاری کر دیا۔ ایک دن مُسْتَنْصِر خزانے میں گیا اور اشرفیوں کے حوض پر کھڑا ہُوا۔ ایک شخص مصاحبوں میں سے متبسّم ہُوا، اس نے سبب پوچھا۔ عرض کی کہ آپ کے دادا کے وقت میں ایک دفعہ آیا تھا تو اس کو بھرا ہُوا پایا تھا۔ بعد اس کے آپ کے باپ کے وقت میں دو بالشت خالی دیکھا۔ اب دیکھتا ہوں کہ خالی ہُوا چلا جاتا ہے۔ مُسْتَنْصِر نے کہا کہ خدا مجھے اتنی مہلت دیگا کہ بالکل صاف کر دوں؟

ایک دن کوٹھے پر کھڑا تھا دیکھا کہ لوگوں کے کوٹھوں پر کپڑے پھیلے ہوئے ہیں۔
سبب پوچھا تو عرض کی کہ کل عید ہے لوگوں نے کپڑے دھو دھو کر سکھائے ہیں۔ افسوس
کر کے کہا کہ اہلِ بغداد اب ایسے مفلس ہو گئے کہ نئے کپڑے بھی ان کے پاس نہیں رہے۔
اسی وقت سونے کے غُلّے بنوائے اور حکم دیا کہ غلیل میں رکھ رکھ کر لوگوں کے گھروں
میں پھینکو تاکہ ان کے ہاتھ کھلیں۔ ساتھ اس کے ایسا بہادر تھا کہ جیسی فوج اس نے
بہم پہنچائی تھی ایسی سوائے ایک دو خلیفوں کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی چنانچہ جب
تتار کے لشکر نے اِدھر کا رُخ کیا تو یہ بمقابلہ پیش آیا اور شکستِ فاش دی۔ اس کا
مقولہ تھا کہ اگر اجل نے مہلت دی تو خود جیحوں اُتر کر انہیں درست کرونگا۔ آخر ۱۲۴۲ء / ۶۴۰ھ
میں تیر اجل کا نشانہ ہوا۔

مُسْتَعْصِمُ بِاللّٰہِ اَبُوْ اَحْمَدُ عَبْدُ اللّٰہِ (ابن مستنصر باللہ)

خلافت اور خلافت کی شان و شوکت کا اس پر خاتمہ ہوا۔ ۴ سو غلام زریں کمر اس کے
سامنے دست بستہ حاضر رہتے تھے اور ۲۴ ہزار سوار اس کے باورچی خانے سے کھانا
کھاتے تھے۔ ایک پتھر حجرِ اسود کے رنگ کا دار الخلافت کے آستانے پر رکھا رہتا تھا۔
جس کو لوگ چومتے چاٹتے تھے اور نشستگاہ کے جھروکے میں سے ایک اطلس سیاہ
کی آستین لٹکتی تھی کہ غلافِ کعبہ کی طرح اُسے آنکھوں سے لگاتے تھے۔ اگرچہ نمائش
کے سب سامان بنے ہوئے تھے مگر اندر کچھ نہ تھا۔ کیونکہ حقیقت میں اراکینِ دربار
نے فقط اس کی شہزادہ مزاجی اور سادہ لوحی کے سبب سے اسے خلیفہ کیا تھا کہ یہ اپنے
خیالوں میں مبتلا رہے، ہم جو چاہیں گے سو کرینگے۔ مُؤَیِّدُ الدِّین عَلْقَمی اس کا وزیر
اختیارِ کلی رکھتا تھا اور جو چاہتا تھا سو کرتا تھا کئی ایک باتوں پر ناراض ہوا۔ اور

ہلاکو خاں چنگیز خاں کے پوتے کو اشارہ کیا جس نے آکر نہ فقط بغداد کو برباد کیا بلکہ خاندانِ عباسیہ کا بالکل استیصال کر دیا۔ اس کے عہد میں ۱۲۴۹ء / ۶۴۷ھ میں اہلِ فرنگ نے پھر دمیاط فتح کر لیا۔ مگر ۱۲۵۴ء / ۶۵۲ھ میں عز الدین[1] ملقب بہ معز مصر کا حاکم ہوا اور دمیاط کو دوبارہ حاصل کیا۔

ترکتاز اہلِ تتار کی بغداد پر

مستعصم کے باپ کی نگاہ ہمیشہ تتار پر تھی۔ اگرچہ اس نے فوج کو بھی بہت بڑھایا تھا اور لشکر کو قوت بخشی تھی مگر اہلِ تتار سے صلح مصلحت آمیز کے رستے چلتا تھا۔ مستعصم سادہ مزاج کے وزیر بے تدبیر نے فوج کو کم کیا اور ایسی طرح ڈالی کہ کوئی خبر خلیفہ تک نہ آنے دیتا تھا اور ارکان دربار کو کہتا تھا کہ وحشت ناک خبریں سنا کر خلیفہ کو پریشان خاطر نہ کرو۔ غرض ۱۲۵۸ء / ۶۵۶ھ میں خوارزم شاہ کو خوار اور تمام خراسان و ایران کو ویران کر کے لوٹتے کوٹتے مارتے دھاڑتے بغداد تک آئے۔ چنانچہ فوج خلافت نے شکست کھائی اور عین یوم عاشورہ کو شہر کا محاصرہ ہو گیا۔ وزیر بد تدبیر نے مستعصم سے کہا کہ آپ کچھ فکر نہ کریں میں نے صلح کا بندوبست کر لیا ہے۔ ہلاکو خاں آپ کی خدمتگزاری کو اپنا فخر سمجھتا ہے۔ اب مصلحت یہ ٹھیری ہے کہ خلیفہ اپنے فرزند سے اس کی بیٹی کی شادی کر لے سلطنت اور خلافت گھر کی گھر میں رہے گی اور شاہانِ تتار سلاطینِ سلجوقیہ کی طرح خدمتگزار رہیں گے۔ غرضکہ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ مستعصم کو ارکانِ دولت اور بزرگانِ

---

[1] عز الدین مملوک ملک صالح کے غلاموں میں منسلک تھا جب کہ ۱۲۵۴ء میں لشکر مملوک نے فساد کر کے ملک معظم غیاث الدین آخری شاہزادہ خاندان ایوبی کو قتل کیا تو اس کی جگہ یہ تخت نشین ہوا اور معز کا خطاب اس نے حاصل کیا۔ اسے کثرتِ ازدواج کا زیادہ شوق تھا۔ دوسری شادی کا ارادہ کیا۔ ۱۲۵۷ء / ۶۵۵ھ میں پہلی بیوی نے رشک سے مروا ڈالا۔

بھی آپہنچا اور اس گھمسان کی لڑائی ہُوئی کہ ترکانِ تاتاری کو بھاگنے کے سوا آگا پیچھا نہ سوجھا۔ بے تعداد مارے گئے اور بے انتہا لُوٹ چھوڑ گئے۔ آخرالامر مُظَفَّر اپنے نام کی برکت سے مِصر پر مظفر ہُوا۔

سنہ ۱۲۶۱ء ۶۶۰ھ میں بعض امرائے مخالف کی سازش سے تیر کے زخم سے مارا گیا اور اس کی جگہ بَیبَرس مَملُوک بانی مبانی خاندانِ بہاریہ جو لشکرِ مصر میں سردار تھا، تخت نشین ہُوا اور لقب مَلِکِ ظَاہِر کا اختیار کیا۔

اس کا زمانہ خلیفہ سے خالی تھا۔ مگر اَحمَد ابنِ الظَّاہِر جو اس ہل چل میں بھاگا ہُوا تھا، کہیں سے آپہنچا۔ جُوں ہی کہ مَلِکِ ظَاہِر بَیبَرس کو خبر ہُوئی تو ارکانِ دولت کے ساتھ آپ اُس کی خدمت میں پُہنچا۔ چنانچہ علما کے سامنے خاندان کی تحقیق ہوئی اور خلیفہ ہو کر مُستَنصِر کا لقب ملا۔ بعد اس کے اُسے مصر میں لائے اور سب لوازماتِ خلفا فوکر چاکر رکھ کر ایک بزرگ زادہ یا پیرزادہ کی طرح مسند پر بٹھایا۔ مگر چھ مہینے کے بعد تتار پھر پلٹے اور قتلِ عظیم واقع ہوا۔ اس طوفانِ بے تمیزی میں مُستَنصِر تو ایسا غائب ہُوا کہ پتہ بھی نہ لگا۔ مگر حَاکِم بِاَمرِ اللہ جو مُستَنصِر مذکور کے سامنے اپنا چراغ نہ جلا سکا تھا اب اس کی شمعِ امید روشن ہُوئی۔ اسی کی نسل سے سنہ ۱۵۱۶ء ۹۲۲ھ تک مملوک چرکسی[1] کے خاندان کے زیرِ دامن ۱۵ پشت تک برائے نام خلیفہ کہلاتے رہے۔

---

[1] سنہ ۱۳۸۲ء میں دولتِ المملوک چرکسی نے خاندان بہاریہ کو نیست و نابود کر کے (باقی حاشیہ بر صفحہ ۹۶)

یہاں تک کہ متوکل نامی خلیفہ کو سلطان سلیم عثمانی اپنے ساتھ استنبول میں لے آیا اور چند روز کے بعد پھر مصر جانے کی اجازت دی متوکل مذکور بھی ۱۵۳۸ء ۹۴۵ھ میں فوت ہوا اور خلفائے عباسیہ کے ساتھ خلافت کا نام و نشان نیست و نابود ہو گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵) خاندان مملوک چرکسیہ کو بنایا اس کی حکومت اور شان و شوکت ۱۵۱۷ء تک مصر میں قائم رہی۔ بعد ازاں سلطان روم عثمانیہ نے مصر پر فوج کشی کر کے لشکر مملوک کو شکست دے کر قاہرہ فتح کیا اور اُتمان بے کو جو آخری سردار خاندان چرکسیہ سے تھا قاہرہ میں پھانسی دیا۔ جو فتوحات ایشیا میں خاندان بحاریہ نے حاصل کی تھیں سب سلطان سلیم عثمانیہ کے قبضہ و اقتدار میں آگئیں۔

سرداران و لشکر مملوک سے عہد و پیمان کر کے انتظام مصر کا ۲۴ بیوں کے اختیار میں دیا اور ان کو بدستور اپنے اپنے رتبے پر بحال رکھا اور یہ تجویز ہوا کہ ایک پاشا سلطان کی طرف سے باب عُلیہ سے مقرر ہو کر قاہرہ میں رہے اور بیوں کی طرف سے شیخ البلاد بمنزلہ سفیر کے سمجھا جاوے۔ جب کبھی کوئی مفسدہ یا ہنگامہ برپا ہو تو ہر ایک گفتگو اسی کی وساطت سے بارگاہ سلطانی میں ہوا کرے۔

۱۷۹۶ء میں بونا پارٹ نیپولین اول فرانسیس نے بیشمار فوج مملوک کو قتل کیا۔ اس کے بعد ۱۸۱۱ء میں بیر محمد علی پاشائے مصر نے بیوں کو جلسہ کے بہانے بلوا کر مروا ڈالا اور اکثر نام و نشان فوج مملوک کا صفحۂ دنیا سے محو کر دیا۔

فہرست سلسلہ وار اُن خلفا کی جو بعد وفات حضرت محمد مصطفےٰ کے سنہ ۱۱ ہجری سنہ ۶۳۲ عیسوی سے خلافت کرتے رہے

نمبر شمار	اسمائے خلفا	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۱	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	سنہ ۱۱	سنہ ۶۳۲
۲	حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ	۱۳	۶۳۴
۳	حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ	۲۳	۶۴۴
۴	حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ	۳۵	۶۵۶
۵	حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہ	۴۰	۶۶۱

خاندان امیہ جن کی حکومت دمشق میں قائم رہی

نمبر شمار	اسمائے خلفا	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۱	امیر معاویہ اوّل	۴۱	۶۶۱ و ۶۶۲
۲	یزید ابن معاویہ	۶۰	۶۷۹ و ۶۸۰
۳	معاویہ دوم ابن یزید	۶۴	۶۸۳ و ۶۸۴
۴	عبداللہ ابن زبیر	۶۴	۶۸۴
۵	مروان ابن حکم	۶۴	۶۸۴
۶	عبدالملک ابن مروان	۶۵	۶۸۴ و ۶۸۵
۷	ولید ابن عبدالملک	۸۶	۷۰۵
۸	سلیمان ابن عبدالملک	۹۶	۷۱۴ و ۷۱۵
۹	عمر ابن عبدالعزیز	۹۹	۷۱۷ و ۷۱۸
۱۰	یزید دوم ابن عبدالملک	۱۰۱	۷۱۹ و ۷۲۰

نمبر شمار	اسمائے خلفا	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۱۳	المستعین باللہ ابن محمد ابن معتصم	۲۴۸	۸۶۲ و ۸۶۳
۱۴	المعتز باللہ ابن متوکّل	۲۵۲	۸۶۶ و ۸۶۷
۱۵	المہتدی باللہ ابن واثق	۲۵۵	۸۶۸ و ۸۶۹
۱۶	المعتمد علی اللہ ابن متوکّل	۲۵۶	۸۶۹ و ۸۷۰
	موفق باللہ ابن المتوکّل	۲۵۸ تا ۲۷۸	۸۷۱ تا ۸۹۱
۱۷	المعتضد باللہ ابن موفق	۲۷۹	۸۹۲ و ۸۹۳
۱۸	المکتفی باللہ ابن معتضد	۲۸۹	۹۰۱ و ۹۰۲
۱۹	المقتدر باللہ ابن معتضد	۲۹۵	۹۰۷ و ۹۰۸
۲۰	القاہر باللہ بن معتضد	۳۲۰	۹۳۲
۲۱	الراضی باللہ ابن مقتدر	۳۲۲	۹۳۳ و ۹۳۴
۲۲	المتقی باللہ ابن مقتدر	۳۲۹	۹۴۰ و ۹۴۱
۲۳	المستکفی باللہ ابن متقی	۳۳۳	۹۴۴ و ۹۴۵
۲۴	المطیع للہ ابن مقتدر	۳۳۴	۹۴۵ و ۹۴۶
۲۵	الطایع للہ ابن مطیع	۳۶۳	۹۷۳ و ۹۷۴
۲۶	القادر باللہ اسحاق ابن مقتدر	۳۸۱	۹۹۱ و ۹۹۲
۲۷	القائم بامر اللہ ابو جعفر عبداللہ ابن قادر	۴۲۲	۱۰۳۰ و ۱۰۳۱
۲۸	المقتدی باللہ ابو القاسم عبداللہ ابن محمد ابن قایم بامر اللہ	۴۶۷	۱۰۷۴ و ۱۰۷۵

نمبر شمار	اسمائے خلفا	سنہ ہجری	سنہ عیسوی
۲۹	المستظہر باللہ ابن مقتدی	۴۸۷	۱۰۹۴ و ۱۰۹۵
۳۰	المسترشد باللہ ابن مستظہر	۵۱۲	۱۱۱۸ و ۱۱۱۹
۳۱	الراشد باللہ ابن مسترشد	۵۲۹	۱۱۳۴ و ۱۱۳۵
۳۲	المقتفی بامر اللہ ابن مستظہر	۵۳۰	۱۱۳۵ و ۱۱۳۶
۳۳	المستنجد باللہ ابن مقتفی	۵۵۵	۱۱۶۰
۳۴	المستضئ بامر اللہ ابن مستنجد	۵۶۶	۱۱۷۰ و ۱۱۷۱
۳۵	الناصر لدین اللہ ابن مستنجد	۵۷۵	۱۱۷۹ و ۱۱۸۰
۳۶	الظاہر بامر اللہ محمد بن ناصر	۶۲۲	۱۲۲۵
۳۷	المستنصر باللہ ابو جعفر ابن ظاہر	۶۲۳	۱۲۲۶
۳۸	المستعصم باللہ ابو احمد عبد اللہ	۶۴۰	۱۲۴۲ و ۱۲۴۳

۱۲۵۸ سنہ عیسوی ۶۵۶ سنہ ہجری میں ہلاکو خاں مغل چنگیز خاں کے پوتے نے بغداد کا محاصرہ کرکے اس کو فتح کیا اور مستعصم کو قتل کیا۔

تبصرہ

سال ہجری پندرھویں یا سولھویں تاریخ ماہ جولائی ۶۲۲ء سے شروع ہوتا ہے اور شمار اس کا چاند کی حرکتوں پر مقرر ہے اور سال عیسوی کا حساب سورج کی حرکتوں پر منحصر ہے۔ اگر سنہ ہجری سے سنہ عیسوی معلوم کرنا چاہو تو طریق اس کا یہ ہے کہ سنہ ہجری میں سے فیصدی ۳ عدد منہا کرکے باقیماندہ کو ۶۲۱٫۵ میں جمع کر دو یا سنہ ہجری کو ۰٫۹۷ میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو ۶۲۱٫۵ میں ملاؤ۔ ان دونوں صورتوں میں جو حاصل جمع آوے وہ سنہ عیسوی متصور ہوگا۔